رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

ریویو آف ریلیجنز

اردو رسالہ

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۲ | فروری سنہ ۱۹۲۳ء ۔ مطابق رجب المرجب سنہ ۱۳۴۱ھ | جلد ۲۲

فہرست مضامین

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبدالرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر شائع ہوا

ماہ فروری کا رسالہ وی پی

یہ رسالہ تمام خریداران ریویو کے نام ۱۹۲۵ء کی قیمت پیشگی وصول کرنے کے لئے وی پی جاتا ہے۔ امید ہے وصول فرما کر ہمیں اس قابل بنائینگے کہ ہم رسالہ باقاعدہ جاری رکھ سکیں جن دوستوں نے تاحال ۱۹۲۴ء کی قیمت ادا نہیں کی تھی ان کے نام جنوری کا رسالہ وی پی ہوا اکثر نے واپس کر دیا۔ یہ وہ نقصان رساں بات ہے جسکی ایک احمدی سے توقع نہیں ہو سکتی +

سال گذشتہ کا نیا لٹریچر

۱۹۲۴ء کے جلسہ سالانہ پر جو کتابیں نئی تیار ہوئیں ان کا ذکر مختصراً حسب معمول کیئے دیتا ہوں :-

تنقید صحیح ۔ بہائیوں نے ایک فرضی مباحثہ بہان صریح کے نام سے چھاپا جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مہدی اور مسیح دو الگ الگ وجود ہیں۔ عزیزی مولوی جلال الدین صاحب شمس نے اس کے حصہ اوّل کا دندان شکن تسلی بخش جواب دیا ہے۔ اس کے متعلق مفصل لکھنے کا ارادہ ہے دفتر فاروق سے ۸/ پر منگوا لیجئے +

نصیر شاپ قادیان کیفیت ویدآریوں کے ردّ میں مہاشہ فضل حسین کی تصنیف اور شہادت نعمت اللہ خان پنجابی منظوم ۔ ۴/

برادرم محمد یامین صاحب تاجر کتب ۔ اسلامی نماز ۱/ ۔ ادعیۃ الرسول ۲/ ۔ فلسفہ خلا سفر ۲/ سفرنامہ بارشیس ۱/ ۔ تقریروں کا مجموعہ ۶/ ۔ صفتہ اللہ ۶/ ۔ مباحثہ میانی ۶/ ۔ محبت الٰہی ۶/ نماز مترجم ۱/ ۔ نیوگ ۔ شیخ مستر ۴/ ۔ احمدی جنتری ۱۹۲۵ء ۲/ ۔ تقریر اور خط ۳/

کتاب گھر قادیان سیرت النبی (صحیح البخاری کی روایات پر مشتمل) حضرت خلیفۃ المسیح کے مضامین کا مجموعہ کلام محمود مکمل ۱/ ۔ پیغام آسمانی رپورٹ سمتھ کا لیکچر) ۲/ ۔ رسول کریم اور آپکی تعلیم ۴/ ۔ سیاسی لیکچر ۱/ ۔ قول الحق ۔ ادرشین عربی با اعراب مترجم ۸/ ۔ پاکٹ کلید قرآن ۸/ ۔ رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب ۱۲/ ۔ آئینہ اسلام ۱۲/ برگزیدہ رسول جواب رنگیلا رسول) ۵/ ۔ آئینہ سماج ۸/

بک ڈپو ۔ دعوت الامیر (تحفہ کابل) ۸/ ۔ احمدیت حقیقی اسلام ۸/ حضرت خلیفۃ المسیح کی ان کتابوں میں بیش بہا معارف و معلومات کا خزانہ ہے ۔

احکام القرآن ۸/ حکیم محمد الدین صاحب گوجرانوالہ سے ۔ کار زار شدھی ۔ ۱/ ملکانہ حالات کا آئینہ مرزا محمد شفیع صاحب چونہ بازار لاہور سے طلب کریں ۔ مرہم عیسیٰ کی ڈبیاں آگئیں اکثر احباب ہم سے طلب کرتے تھے اور دفتر میں موجود نہ تھیں اب کافی ذخیرہ موجود ہے چھوٹی ڈبی ۱۲/ متوسط ڈبی ۸/ ملنے کا پتہ تشحیذ قادیان +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

ٹیکۂ پلیگ اور احمدیّت

پنجاب میں پلیگ کے حملے اور کثرت اموات

پنجاب میں عرصہ اٹھائیس سال سے پلیگ کے حملے ہو رہے ہیں۔ جن میں سے تین یا چار حملے خاص طور پر شدید ہوئے ہیں۔ اس مہلک اور لاعلاج مرض سے جو نہایت خطرناک طور پر وبائی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ کئی لاکھ انسان اور ذی روح ہلاک ہو چکے ہیں۔ چنانچہ پنجاب میں ۱۹۰۱ سے ۱۹۰۳ تک ۱۵ لاکھ انسان ہلاک ہوئے۔ اور پچھلے سال ایک ضلع گجرات میں چونسٹھ ہزار نفوس طاعون کا شکار ہو گئے۔ اس کثرت اموات کو دیکھ کر ہمارا فرض ہے۔ کہ اس وبا کا مناسب علاج اور حفظِ ماتقدّم کی تدابیر سوچی جائیں۔ تا اُنپر کاربند ہو کر ہمارے بھائی اس بلائے طاعون سے محفوظ ہو جائیں۔ علاج کے متعلق جہانتک مجھ کو علم ہے۔ تاحال پلیگ کا کوئی مخصوص اور شافی علاج بجز توبہ اور استغفار کے نہیں۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ یہ مرض لاعلاج ہے۔ کیونکہ میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی مرض ایسا پیدا نہیں کیا۔ جس کا علاج بھی پیدا نہ کیا ہو۔ بلکہ ایک حدیث میں آتا ہے۔ کہ لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ۔ یہ ہمارے علم اور تجربہ کی کمی ہے کہ ہم کو ابھی تک پلیگ کا علاج معلوم نہیں ہوا۔ لہٰذا صرف ایک ہی علاج یا طریق حفاظت یعنی حفظِ ماتقدّم ہم آپ کو بتا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر ہافکن موجد ٹیکہ پلیگ اور گورنمنٹ کا شکریہ

میں اُس لائق و فائق ڈاکٹر ہافکن کا بہت مشکور ہوں جس نے بہت محنت اور فکر کے بعد پلیگ کا حفظِ ماتقدّم یعنی پلیگ کا ٹیکہ تجویز کیا۔ اور اسکے بعد گورنمنٹ عالیہ انگریزی ہمارے شکریہ کی مستحق ہے۔ جس نے لاکھوں روپیہ کا بوجھ اپنے سر لے کر اپنی رعایا کے فائدہ کے لئے ٹیکہ لگوانے کا انتظام کیا۔ اور کئی ایک تجربہ کار اور فاضل ڈاکٹر اس کام کے لئے ملازم رکھے۔ یہ عاجز بھی چونکہ پلیگ ڈیوٹی پر متعین ہے۔ وسلئے میرا فرض ہے۔ کہ جہاں میں لوگوں کو جسمانی ٹیکہ پلیگ لگوانے کی ترغیب دیتا اور لگاتا ہوں۔ وہاں انکو

روحانی علاج کی اہمیت

روحانی علاج اور طریق حفاظت کی طرف بھی توجہ دلاؤں۔ ایک ڈاکٹر کا فرض ہے کہ وہ نہ صرف جسمانی علاج بتائے بلکہ روحانی علاجوں کی بھی لوگوں کو ترغیب دے

تاکہ مریض کے جسم اور روح دونو کو فائدہ پہنچے - اور وہ نہ صرف اس دنیا میں پلیگ کی موت سے بچ جائیں - بلکہ انکو آخرت میں بھی حقیقی نجات اور ابدی زندگی نصیب ہو -

پلیگ سے بچنے کے دو طریق

اس وقت صرف دو طریق حفاظت ہم کو معلوم ہیں - ایک تو گورنمنٹ عالیہ کا جسمانی ٹیکہ پلیگ - اور دوسرا وہ روحانی ٹیکہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے بائیس برس پہلے خداوند تعالیٰ سے وحی پاکر تجویز کیا -

طاعون وبا نہیں عذاب الٰہی ہے

یاد رکھو کہ اس بلائے طاعون سے جس کو میں ایک وبائی مرض مانند انفلوانزا یا ہیضہ وغیرہ نہیں - بلکہ خدا کا ایک عذاب اور غضب سمجھتا ہوں - جو کہ لوگوں کی شرارتوں کثرت گناہ و بدکاریوں اور نبیوں کی مخالفت کی وجہ سے دنیا پر بھڑک رہا ہے بچنے کے لئے آج صرف دو ہی طریق حفاظت موجود ہیں - اور وہ دو قسم کے ٹیکے ہیں جن میں سے ایک جسمانی اور دوسرا روحانی ہے -

روحانی اور جسمانی ٹیکہ

اول الذکر تو ایک عاجز انسان ڈاکٹر ہافکن کا تجویز شدہ ہے - اور ثانی الذکر اس حکیم اور علیم خدا نے جس کی صفت شافی ہے - حضرت احمد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہم کو بتایا ہے - فی زمانہ پلیگ سے بچنے کے لئے ان دو ٹیکوں کے علاوہ اور کوئی طریق حفاظت نہیں - لہٰذا ایک ٹیکہ ہم کو ضرور لگوانا ہوگا - خواہ جسمانی ہو - یا روحانی - میں یہ وثوق کہتا ہوں کہ جو شخص ان دونو ٹیکوں کی مخالفت کرتا ہے - اور ان میں سے ایک کو اپنے لئے پسند کرنے کو تیار نہیں - وہ اس بلائے طاعون سے محفوظ نہیں ہے -

قانون کا احترام لازمی ہے

ٹیکہ پلیگ کے متعلق معلوم ہے کہ جن لوگوں کی نسبت گورنمنٹ کا قطعی حکم ہو - ان کو ضرور ٹیکا کرانا چاہیئے - کیونکہ قانون کا احترام اور گورنمنٹ کے حکم کی اطاعت ضروری ہے - ہاں جن کو اپنی مرضی پر چھوڑا گیا ہے - وہ اپنے لئے جونسا ٹیکہ بہتر ہو - چن لیں - عقلمند انسان ہمیشہ اپنے لئے بہترین طریق حفاظت پسند کرتا ہے - لہٰذا میں ان دو نو ٹیکوں کا مقابلہ کر دیتا ہوں - تا ان میں سے جو بہتر ہو اسکو اپنے لئے پسند کر لیا جائے ؎

جسمانی ٹیکہ پلیگ اور روحانی ٹیکہ کا مقابلہ

جسمانی ٹیکہ ظنی اور روحانی یقینی ہے

(۱) جسمانی ٹیکہ ایک ڈاکٹر نے اپنی عقل سے معلوم کیا ہے - اور اسکی بنا صرف مشاہدہ پر ہے - لہٰذا وہ ظنی ہے - اور قطعی اور یقینی نہیں ہو سکتا - مگر روحانی ٹیکہ اس حکیم مطلق

نے اپنی صفت شافی کے ماتحت الہام کے ذریعہ اپنے پیارے مامور اور مرسل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتایا ہے۔ لہٰذا یہ ٹیکہ یقینی اور قطعی ہے۔ کیونکہ یہ خالق عزّ وجلّ کا تجویز شدہ ہے۔

(۲) جسمانی ٹیکہ کا اثر اگر جسم قبول کرے۔ تو اس سے ۸۰ فیصدی لوگ طاعون سے بچ جاتے ہیں۔ مگر روحانی ٹیکہ اگر پوری طرح لگوایا جائے تو اس سے بفضلِ خدا یقیناً ۱۰۰ فیصدی لوگ طاعون سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

جسمانی ٹیکہ کا فائدہ عارضی اور روحانی ٹیکہ کا دائمی ہے

(۳) جسمانی ٹیکہ کا اثر صرف چار ماہ تک رہتا ہے۔ اس لئے پلیگ سے بچنے کے لئے بار بار لگوانا پڑتا ہے۔ مگر روحانی ٹیکہ اگر ایک دفعہ بخوبی لگ جائے تو تا دمِ زیست کافی ہے

روحانی ٹیکہ زیادہ مؤثر ہے اور حقیقی نجات دلاتا ہے

(۴) جسمانی ٹیکہ صرف اس دنیا میں ہی مفید ہے۔ اور اس کا اثر انسان کی زندگی کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ مگر روحانی ٹیکہ نہ صرف اس دنیا میں طاعون سے بچاتا ہے۔ بلکہ آخرت میں بھی اسکو ابدی زندگی اور حقیقی نجات نصیب ہوتی ہے۔

(۵) اسکے علاوہ روحانی ٹیکہ ایسا یقینی محفوظ اور خالی از خطر ہے کہ اسکو لگواتے وقت کسی قسم کا ڈر و اندیشہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ حکیم مطلق کا مجوّزہ ہے۔ اس لئے انسان اطمینانِ قلب اور خوشی کے ساتھ اسکو لگوا سکتا ہے۔

جسمانی ٹیکہ صرف جسم کے لئے مفید ہے۔ مگر روحانی ٹیکہ آپکے جسم اور روح دونو کی حفاظت کریگا یعنی پلیگ سے بھی بچو گے۔ اور ابدی نجات بھی ملیگی۔

روحانی ٹیکہ جسمانی ٹیکہ سے افضل ہے

(۶) یہ سب امور ثابت کرتے ہیں کہ روحانی ٹیکہ جسمانی ٹیکہ سے افضل ہے۔ اسلئے ہم سب کو روحانی ٹیکہ لگوانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ روحانی ٹیکہ کیا ہے۔ اور کس طرح لگ سکتا ہے؟

وہ روحانی ٹیکہ کیا ہے؟

وہ روحانی ٹیکہ جس کا لگوانا پلیگ سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ میں حضرت مرزا صاحبؑ کے الفاظ میں نقل کر دیتا ہوں:۔

"خدا نے چاہا ہے۔ کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھا دے۔ سو اس نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہوگا۔ اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائیگا۔ وہ سب طاعون سے بچائے جائینگے۔ پھر فرمایا کہ

عموماً قادیان میں سخت بربادی افگن طاعون نہیں آئیگی۔ جس سے لوگ کتوں کی طرح مریں۔ اور مارے غم اور سرگردانی کے دیوانہ ہوجائیں۔ اور عموماً تمام لوگ اس جماعت کے گو وہ کتنے ہی ہوں مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے"۔ (کشتی نوح صفحہ ۲)

یعنی جو شخص صدق دل کے ساتھ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوجائے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آئے۔ اور بیعت کرچکنے کے بعد وہ اُس تعلیم پر جو حضرت صاحب نے کشتی نوح میں درج فرمائی ہے۔ یعنی اسلام کی اُس حقیقی تعلیم پر جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے وحی پاکر قرآن کریم کے ذریعہ ہم کو دی ہے۔ عمل پیرا ہو۔ وہ طاعون سے بچایا جائیگا۔ اور نہ صرف اس بلائے طاعون سے نجات ملیگی بلکہ وہ اسی دنیا میں موعودہ بہشت کا مزہ چکھیگا۔ اور ابدی زندگی پائیگا۔ میں بیشک ضرور کہونگا۔ کہ جسمانی ٹیکہ کا لگوانا بہ نسبت روحانی ٹیکہ کے بہت آسان ہے۔ گو جسمانی ٹیکہ کے لگواتے وقت درد ہوتا ہے۔ اور دو دن کے لئے بخار بھی ہوجاتا ہے۔ اور روحانی ٹیکہ کے لگواتے وقت نہ کوئی درد ہوتا ہے۔ نہ بخار۔ مگر پھر بھی میں یہی کہوں گا۔ کہ روحانی ٹیکہ کا لگوانا مشکل ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑی قربانی ہے۔ کیونکہ جسمانی ٹیکہ کا عمل تو ایک لمحہ کی درد اور دو دن کے بخار کے ساتھ ختم ہوجاتا ہے۔ مگر روحانی ٹیکہ اپنا اثر زندگی کے قیام تک کرتا رہتا ہے۔ کیونکہ یہ ٹیکہ بیعت کے چند الفاظ مُنہ سے کہدینے کے ساتھ ختم نہیں ہوجاتا۔ بلکہ بیعت کنندہ کو اسکے بعد ایک موت اسی زندگی میں اپنے اوپر وارد کرنی پڑتی ہے۔ اور نفس کے بُرے خیالات اور گندی خواہشات کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ جو ایک

روحانی ٹیکہ کا لگوانا ایک بڑی قربانی ہے۔

اس سے مراد یہ نہیں کہ اسلام کی تعلیم ایسی پیچیدہ اور مشکل ہے۔ کہ انسان اسپر عمل نہیں کرسکتا۔ بلکہ اس موت سے مراد ایک جنگ ہے۔ جو اپنے نفس کے ساتھ کرنی پڑتی ہے۔ اور جس کے بعد فتح حاصل ہوتی ہے۔ اس میں کوئی نہیں کہ بیعت کے بعد بیعت کنندہ کو اپنے نفس کو مارنا پڑتا ہے۔ یعنی اپنے اوپر ایک موت لینی پڑتی ہے۔ مگر مبارک ہیں وہ لوگ جو اس ٹیکہ کو لگوا کر اپنے اوپر یہ موت لیں۔ کیونکہ درحقیقت یہ موت نہیں۔ بلکہ زندگی ہے۔ اس لئے کہ اس موت کے بعد انکو ابدی زندگی اور حقیقی نجات ملیگی۔ یعنی ایسی زندگی کہ جسکے بعد کوئی موت نہیں۔

روحانی ٹیکہ ایک موت دیکر ابدی زندگی بخشتا ہے

ہمیں ڈاکٹر ہافکن اور گورنمنٹ عالیہ کا بھی شکر گذار ہونا چاہیئے۔ جنھوں نے ہماری جسمانی حفاظت کا سامان کیا۔ مگر میرے نزدیک وہ خالق عزّ و جل ہماری شکریہ کا زیادہ مستحق ہے۔ جس نے نہ صرف ہمارے جسم بلکہ روح اور جسم دونو کی حفاظت کے لئے ایک حقیقی شافی نسخہ تجویز کیا۔ اور اسکے بعد ہمیں خدا کے اُس سچے

اللہ تعالیٰ اور حضرت احمد نبی اللہ ہماری شکریہ کے زیادہ مستحق ہیں

مسیح موعود و مہدی مسعود حضرت احمد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ کہ جن کے ذریعہ سے ہم کو دوبارہ ہدایت ملی اور اس روحانی ٹیکہ کا علم ہوا۔

گو روحانی ٹیکہ کا لگوانا مشکل ہے۔ مگر ہمیں اسی کے لگوانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ پلیگ سے بھی بچیں اور ابدی زندگی بھی حاصل کریں۔

آسمانی ٹیکہ گورنمنٹ کے مقاصد کے خلاف نہیں۔

یاد رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آسمانی ٹیکہ گورنمنٹ عالیہ کے مقاصد کے خلاف نہیں۔ اور نہ ہی یہ عاجز اس مضمون کے ذریعہ ٹیکہ کے خلاف کوئی پراپیگنڈا پھیلانا چاہتا ہے۔ کیونکہ گورنمنٹ کا اور نیز ہمارا منشاء یہ ہے۔ کہ لوگوں کو کسی طرح طاعون سے بچائیں۔۔۔۔ نہ یہ کہ ضرور ٹیکہ لگائیں۔ ٹیکہ تو اس لئے لگاتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس اسوقت سوائے ٹیکہ پلیگ کے اور کوئی تدبیر بطور حفظ ماتقدم نہیں ہے۔ اگر آج ہمیں ٹیکہ سے بہتر کوئی تدبیر مثلاً کوئی جڑی بوٹی یا انگریزی دوائی ملجائے جو پلیگ کو روک سکے۔ تو اس ٹیکہ کو جس کے کرنے کے لئے ہمیں زمینداروں کے ساتھ اتنی سرکھپائی کرنی پڑتی ہے۔ خیرباد کہنے کو تیار ہیں۔ لہٰذا اگر پلیگ سے بچنے کے لئے لوگوں کو کوئی اور آسان یقینی اور مفید تجویز بتائی جائے۔ تو یہ ہمارے مقصد کے خلاف نہیں۔ کیونکہ اصل مقصد تو پلیگ سے نجات ہے۔ خواہ جسمانی ٹیکہ سے ہو۔ یا روحانی ٹیکہ یا کسی دوائی کے کھانے سے۔

جسمانی اور روحانی ٹیکہ میں مشابہت

اب میں جسمانی ٹیکہ کے عمل اور اسکے اثر کو وضاحت کے ساتھ بیان کرکے اس کی روحانی ٹیکہ سے مشابہت بتلاؤنگا۔ تاکہ لوگوں کو اس آسمانی ٹیکہ کی بھی ماہیت معلوم ہوجائے۔ میں یہ التجا کرونگا۔ کہ احباب اسکو غور سے پڑھیں۔ کیونکہ اس مشابہت میں ضمناً اُن اعتراضات کا جواب بھی آجائیگا۔ جو آسمانی ٹیکہ کے متعلق لوگ عموماً احمدیوں پر کرتے ہیں۔

سوئی کا لگنا۔ اور بیعت کرنا ظاہری عمل ہیں

(۱) جسمانی ٹیکہ میں ظاہری عمل صرف سوئی کا کھبونا اور دوائی کا جلد کے اندر داخل کرنا ہے۔ اور روحانی ٹیکہ میں ظاہری عمل صرف ہاتھ میں ہاتھ دینا اور بیعت کے الفاظ منہ سے کہنا ہے۔ مگر یہ دونو اسی پر ختم نہیں ہوجاتے۔

بخار کا چڑھنا اور تریاق کا بننا

(۲) اسکے بعد جسمانی ٹیکہ میں دو یا تین دن کے لئے بخار ہوجاتا ہے اور یہ بخار اس جنگ کا نتیجہ ہے۔ جو جسم اور داخل شدہ زہر کے درمیان ہوتی ہے۔ جس میں آخر جسم کو فتح ملتی ہے۔ اور ایک تریاق جسم اپنے اندر پیدا کرلیتا ہے۔ جو اسکو آئندہ پلیگ کے حملوں سے بچا لیتا ہے۔

صرف ٹیکہ لگوا لینا کافی نہیں

یاد رکھو کہ صرف ٹیکہ لگوا لینا انسان کو پلیگ سے محفوظ نہیں کر سکتا جبتک جسم بھی اس داخل شدہ زہر کے اثر کو قبول نہ کرے۔ اور اس کے بعد اس زہر کا مقابلہ کر کے اپنے اندر تریاق (اینٹی باڈی) پیدا نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض دفعہ ٹیکہ شدہ لوگوں کو بھی پلیگ کا حملہ ہو جاتا ہے۔

نفس کے ساتھ جنگ ابتلاؤں کا آنا اور تقویٰ کا تریاق بننا

اسی طرح جب انسان روحانی ٹیکہ لگواتا ہے۔ یعنی بیعت کرتا ہے۔ تو اسکی ضمیر اور نفس کے درمیان جنگ ہوتی ہے۔ جس سے اسکو طرح طرح کے ابتلاء بھی آتے ہیں۔ (جسمانی ٹیکہ کا بخار) اور بالآخر وہ شخص اپنے نفس پر فتح حاصل کر کے اپنے اندر تقویٰ کا روحانی تریاق پیدا کر لیتا ہے۔ جو اسکو آئندہ نہ صرف جسمانی امراض مثلاً پلیگ سے بچاتا ہے۔ بلکہ روحانی امراض اور ٹھوکروں اور ابتلاؤں سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ اور جس کے نتیجہ میں اسکو بفضلِ خدا ابدی نجات ملتی ہے۔

صرف زبان سے بیعت کر لینا کافی نہیں

جس طرح صرف ٹیکہ لگوا لینا کافی نہیں۔ جبتک جسم اسکے اثر کو قبول نہ کر کے تریاق پیدا نہ کرے۔ اسی طرح یاد رکھو کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کر لینا کافی نہیں جبتک اسلام کے تمام احکام پر پوری طرح عمل پیرا نہ ہو۔ تب تمہارا جسم تمہارے اندر تقویٰ کا روحانی تریاق پیدا کریگا۔ جو تم کو ہر بلا سے محفوظ رکھیگا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض دفعہ بیعت کنندہ بھی طاعون سے ہلاک ہو جاتا ہے۔

ٹیکہ کی منفی صورت اور پلیگ کا اندیشہ

(۳) ٹیکہ لگوا چکنے کے بعد اور تریاق پیدا ہونے سے پہلے جسم کی ایک خاص حالت ہوتی ہے۔ جسکو ٹیکہ کی منفی صورت (......) کہا جا سکتا ہے (دیگیٹو فیز) یہ حالت چند گھنٹوں کے لئے ہوتی ہے۔ اسوقت جسم کی حالت نازک ہوتی ہے۔ اور خطرہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ٹیکہ شدہ اگر طاعون زدہ کے پاس چلا جاوے تو اسکو بھی پلیگ ہو جانیکا سخت اندیشہ ہوتا ہے۔

ٹیکہ کی مثبت صورت اور تریاق کا بننا

اسکے بعد پھر ٹیکہ کی مثبت صورت (پازیٹو فیز) شروع ہوتی ہے۔ جس میں تریاق بنتا ہے۔ جو جسم کو پلیگ کے حملوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اسی طرح روحانی ٹیکہ لگوانے

بیعت کے بعد آسمانی ٹیکہ کی منفی صورت یعنی ابتلاؤں کا زمانہ

کے بعد (یعنی بیعت کرنے کے بعد) اس ٹیکہ کی بھی پہلے منفی صورت شروع ہوتی ہے (یعنی تکلیفوں اور ٹھوکروں کا زمانہ) جسمیں طرح طرح کے ابتلاء آنے شروع ہوتے ہیں اور سلب ایمان کا خطرہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً رشتہ داروں۔ اور دوستوں کی مخالفت۔ جائداد کے ہاتھ سے جانیکا خوف۔ سوشیل بائیکاٹ کا ڈر وغیرہ وغیرہ۔ ان ابتلاؤں

اور ٹھوکروں سے اگر بیعت کنندہ بچ جائے۔ تو پھر اس آسمانی ٹیکہ کی بھی مثبت صورت شروع ہو جاتی ہے۔ جس میں وہ اپنے اندر تقویٰ کا روحانی تریاق پیدا کر لیتا ہے۔ جس طرح جسمانی ٹیکہ کی منفی صورت میں پلیگ ہو جانیکا اندیشہ ہوتا ہے۔ اسی طرح روحانی ٹیکہ کی منفی صورت (ابتلاؤں کے زمانہ) میں بھی مرتد ہو جانیکا اندیشہ ہوتا ہے۔ مثلاً اس حالت میں اگر کوئی شریر مولوی مل جائے۔ تو وہ اس کو ورغلا کر آسانی سے احمدیت سے پھیر سکتا ہے۔ کیونکہ اسکو پہلے ہی ابتلاء آئے ہوتے ہیں۔

ٹیکہ شدہ کے لئے دیگر ضروری ہدایات

(۴) ٹیکہ شدہ لوگوں کو ٹیکہ کے علاوہ دیگر ہدایات متعلقہ پلیگ اگرچہ بطور حفظ ماتقدم عمل کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ ایک غیر ٹیکہ شدہ کو۔ مثلاً ان کو بھی چاہیئے کہ گھروں کو صاف ستھرا رکھیں۔ ہوا اور روشنی کا بخوبی انتظام ہو۔ چوہوں کو گھروں میں نہ آنے دیں۔ انکے مارنے کے لئے کی گولیوں کا استعمال کریں۔ اور بلی گھر میں پالیں۔ مکان کو کریسول کی دھونی سے صاف کریں۔ جرابوں کا استعمال رکھیں۔ کونین۔ کافور اور جدوار کی گولیوں کو روزانہ کھائیں۔ اگر گھر میں کیس ہو جائے۔ تو مکان کو خالی کر دیں۔ اور اسکو باقاعدہ محکمہ حفظان صحت کے ملازمین سے صاف کرائیں۔ اگر قصبہ میں پلیگ شروع ہو جائے۔ تو باہر جا کر کھیتوں میں رہیں۔ (اور دوسرے قصبہ میں نہ جائیں) پلیگ زدہ علاقوں سے لوگوں کو اپنے شہر میں آنے سے روکیں۔ ہر روز کپڑوں اور بستر وغیرہ کو دھوپ میں رکھیں۔ استغفار کرتے رہیں۔ اور اس بلا سے محفوظ رہنے کی خدا تعالیٰ سے دعا مانگتے رہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

احمدی بھی ان ہدایات پر عمل کریں

ہم ٹیکہ شدہ کو ان ہدایات پر عمل کرنیکا مشورہ دیتے ہیں۔ بلکہ ان کو ان پر عمل کرنا زیادہ ضروری ہے۔ تاکہ غیر ٹیکہ شدہ کے لئے ٹھوکر کا موجب نہ ہوں۔ بعینہٖ روحانی ٹیکہ لگوانے والوں کو مندرجہ بالا ہدایات اور تدابیر پر عمل کرنا ضروری ہے۔ بلکہ ان کو زیادہ احتیاط لازمی ہے۔ تا دوسروں کے لئے ٹھوکر کا موجب نہ ہوں۔ ان تدابیر پر عمل کرنا جس طرح جسمانی ٹیکہ کی شان کو کم نہیں کرتا۔ اسی طرح یہ روحانی ٹیکہ کی شان اور عظمت کو گھٹا نہیں سکتیں۔

بعض اعتراضات کا جواب

شاذ کی موت سے ٹیکہ کی شان کم نہیں ہو سکتی

ضمناً ان تمام اعتراضات کا جواب اس مشابہت میں آگیا ہے جو غیر احمدی لوگ عموماً احمدی احباب پر پلیگ کے متعلق کرتے ہیں۔ کیونکہ جو اعتراض روحانی ٹیکہ پر پڑتا ہے۔ وہی جسمانی ٹیکہ پر بھی پڑتا ہے۔ اگر ان لوگوں کے دیگر ہدایات متعلقہ

پلیگ پر عمل کرنیکے باوجود جسمانی ٹیکہ کی شان میں فرق نہیں آتا - اور شاذ کی موت ٹیکہ کی عظمت کو لوگوں کے دلوں سے نہیں گھٹاتی - اور لوگ مانتے ہیں کہ ٹیکہ مفید چیز ہے - اور بعض اسکو خوشی سے قبول کرتے ہیں - تو کیا وجہ ہے - کہ اگر کوئی احمدی شاذ ونادر پلیگ سے فوت ہوجائے - یا ان ہدایات پر عمل کرے جن پر ٹیکہ شدہ بھی عمل کرتے ہیں - تو ان کے خلاف شور مچایا جاتا - اور ہنسی کی جاتی ہے - جب شاذ کی موت جسمانی ٹیکہ کی شان کو کم نہیں کرتی - تو کیوں یہ کہا جائے - کہ شاذ کی موت احمدیوں میں اس آسمانی ٹیکہ کی شان وعظمت کو کم کردیتی ہے -

بعض احمدی پلیگ سے کیوں مرجاتے ہیں - اس اعتراض کا جواب پہلے دیا جاچکا ہے - کہ صرف منہ سے بیعت کا اقرار کرلینا کافی نہیں - جب تک صدق دل سے اس تعلیم پر جو حضرت احمد نبی اللہ نے کشتی نوح میں درج فرمائی ہے - عمل نہ کیا جائے - جسطرح صرف ٹیکہ پلیگ کا لگوا لینا کافی نہیں - جبتک جسم اسکے اثر کو قبول کرکے تریاق پیدا نہ کرے - اسی طرح آسمانی ٹیکہ لگوا کر جبتک جسم اپنے اندر تقویٰ کا تریاق پیدا نہ کرلے - اسوقت تک انسان پلیگ سے محفوظ نہیں ہوسکتا - اسکے علاوہ شاذ کی موت اس آسمانی نشان کی عظمت اور شان کو کم نہیں کرسکتی - کیونکہ مقابلہ کے وقت ہمیشہ کثرت دیکھی جاتی ہے - جسطرح شاذ کی موت ٹیکہ پلیگ کی شان کو کم نہیں کرسکتی - کیونکہ کثرت سے ٹیکہ شدہ پلیگ سے بچ جاتے ہیں - اسی طرح شاذ کی موت اس آسمانی نشان کی شان کو کم نہیں کرسکتی - کیونکہ کثرت سے احمدی پلیگ سے بچ جاتے ہیں -

احمدی دیگر ہدایات پر کیوں عمل کرتے ہیں میں پہلے بتا چکا ہوں - کہ ٹیکہ شدہ لوگ بھی ان ہدایات پر عمل کرتے ہیں - بلکہ ان کے لئے ان ہدایات پر عمل کرنا بہت ضروری ہے - تا ٹھوکر کا موجب نہ ہوں - اسی طرح احمدیوں کو بھی اسباب استعمال کرنا نہ صرف جائز ہے - بلکہ ضروری ہے - تا دوسروں کے لئے ٹھوکر کا موجب نہ ہوں - اور یہ اس آسمانی نشان کی شان کو کم نہیں کرسکتے - جب ٹیکہ شدہ لوگ بھی ٹیکہ کے علاوہ دیگر اسباب بطور حفظ ماتقدم استعمال کرتے ہیں - اور اس سے ٹیکہ پلیگ کی شان میں فرق نہیں آتا - تو کیا وجہ ہے - کہ اگر احمدی دیگر اسباب استعمال کریں - تو انپر اعتراض کیا جاتا ہے -

روحانی ٹیکہ لگواؤ کہ یقینی ہے - اب ہم اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں - کہ پلیگ سے بچنے کے لئے ایک ٹیکہ ضرور لگوانا ہوگا - ورنہ نجات نہیں - خواہ جسمانی ہو یا روحانی - مگر روحانی ٹیکہ جسمانی ٹیکہ سے نہ صرف افضل ہے - بلکہ یقینی اور قطعی ہے - اگرچہ اس کا لگوانا مشکل معلوم ہوتا ہے - اسلئے عقلمندی اسی میں ہے - کہ روحانی ٹیکہ لگوایا جائے - تا ہماری جسم اور روح دونو کو فائدہ ہو -

اور اس دنیا میں ایک موت وارد کر کے ابدی زندگی نصیب ہو۔

ٹیکہ بھی آخر کب تک لگے گا

میں نہ صرف حسنِ عقیدت سے بلکہ ایک طبّی دلیل کی بنا پر بھی کہتا ہوں۔ کہ ٹیکہ پلیگ بھی آخر کچھ نہ کر سکیگا۔ اور یہ لوگوں کو پلیگ سے بچانے کے لئے ناکافی ثابت ہوگا۔ کیونکہ اس کی بنا صرف ظنّ ہے۔ قوّت مدافعت کی ایک تھیوری کے ماتحت اسکو بے شک چیچک کے ساتھ مشابہت ہے۔ مگر چیچک کے ساتھ اس کا قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ چیچک کا زہر بچہ ماں کے پیٹ سے لیکر آتا ہے۔ اور اسکے بعد وہ زہر شیر مادر کے رستہ بھی سرایت کرتا ہے۔ اسلئے چیچک کا

ٹیکہ پلیگ کو ٹیکہ چیچک کے ساتھ سطحی مشابہت ہے

ٹیکہ مفید ثابت ہوا ہے۔ اور جسم ہر حالت میں اسکے زہر کے اثر کو قبول کر کے اپنے آپ کو چیچک سے محفوظ کر لیتا ہے۔ چیچک کے صرف دو ٹیکے عمر بھر کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ مگر پلیگ کا ٹیکہ محض ظنّ کی بنا پر ہے۔ کیونکہ (اور بہت سی طبائع میں یہ مادہ موجود ہی نہیں ہوتا) یہ زہر انسان پیدائش سے لیکر نہیں آتا۔ (.....) اسلئے یہ ٹیکہ اتنا کامیاب نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے۔ کہ اس ٹیکہ کا اثر صرف ۴ ماہ رہتا ہے۔ اور پلیگ سے بچنے کے لئے اسے بار بار لگوانا پڑتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کی جماعت کو ٹیکہ پلیگ کے لگوانے سے منع کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ضرور اس میں کوئی مخفی امر ہے۔ جو بعد میں ظاہر ہوگا۔ ورنہ ہم ولایت کی دیگر چیزیں۔ اور ادویہ استعمال کرتے ہی ہیں۔

روحانی ٹیکہ آخر کامیاب ہوگا

میرا ایمان ہے۔ کہ دنیا آخر دیکھیگی کہ صرف ایک ہی طریقِ حفاظت یعنی روحانی ٹیکہ کامیاب ہوا ہے۔ اور احمدی نسبتاً خیر و عافیت سے رہینگے۔ ہمارے دشمن اس بات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینگے کہ:۔

اللہ تعالیٰ نے معجزہ کے طور پر ہماری جماعت سے معاملہ کیا ہے۔ اور بطور نشان الٰہی کے نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ یہ جماعت طاعون کے ذریعہ سے بہت بڑھیگی۔ اور خارق عادت ترقی کریگی (کشتی نوح)

ڈاکٹر کا اخلاقی فرض

میرا یہ اخلاقی فرض ہے۔ کہ جسطرح لوگوں کو طاعون کا ٹیکہ لگوانے کی ترغیب دیتا اور ٹیکہ لگاتا ہوں۔ اسی طرح میں اپنے بھائیوں کو اس روحانی ٹیکہ کے فوائد بتا کر اس کے لگوانے کی ترغیب دوں۔ جو نہ صرف انکے جسم بلکہ جسم اور روح دونو کے لئے مفید ہے

حق کو قبول کرو تا پلیگ سے بچو اور ابدی نجات ملے

اب میں اپیل کرتا ہوں کہ جو لوگ اس بات کے خواہشمند ہیں۔ کہ انکو طاعون سے نجات ملے۔ اور ابدی زندگی بھی پائیں۔ وہ ضرور روحانی ٹیکہ

لگوالیں۔ کیونکہ آج طاعون سے نجات حاصل کرنے کے لئے صرف دو ٹیکے ہیں۔ جن میں سے ایک کا لگوانا ضروری ہے۔ مَیں یہ بتا چکا ہوں۔ کہ روحانی ٹیکہ جسمانی ٹیکہ سے افضل اور یقینی ہے۔ اس لئے دانشمندوں کا فرض ہے۔ کہ بہتر چیز کو اپنے لئے پسند کریں۔ اور روحانی ٹیکہ کے لگوانے کیلئے اپنے آپ کو پیش کردیں۔ یعنی صدق دل کے ساتھ داخل سلسلہ احمدیہ ہو جائیں۔

حصول تقوی کی دعا مَیں اس دعا پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہماری بھائیوں کو اسلام کے سب احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ اور اپنے اندر تقوی کا تریاق پیدا کرنے کے قابل بنائے۔ اس بلائے طاعون سے محفوظ رکھے۔ اور ہمارے مخالفین کو بھی اس پاک سلسلہ میں داخل ہو کر روحانی ٹیکہ کے لگوانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ والسلام

بغداد کے اخبار الضاد میں
سلسلہ احمدیہ کے حالات

پچھلے دنوں اخبارات نے خلیفۃ المہدی مرزا بشیرالدین محمود احمد قادیانی کے متعلق جن کا دمشق سے گذر ہوا بہت کچھ لکھا ہے۔ سو ہم نے مناسب خیال کیا کہ ان کے دعویٰ کی حقیقت و اصلیت کے متعلق ایسا تاریخی نوٹ لکھیں جس طرز پر ہم سے پہلے کسی نے نہ لکھا ہو اور وہ درج ذیل ہے :-

زمانہ قدیم سے ہندوستان اس امر کے لئے مشہور رہا ہے کہ وہ مختلف دینی و فلسفی فرقوں کے لئے گویا ایک سرسبز چراگاہ ہے اور دس سال ہوئے ایک ڈنمارک ( ) کے مصنف نے ان مذاہب کے شمار کرنے کا ارادہ کیا تھا جو ہندوستان میں زمانہ حال میں موجود ہیں چنانچہ ان کی گنتی تین ہزار کے قریب پہنچی۔ اور بہت سے ہندوستانی فضلاء نے بیان کیا۔ کہ یہ تعداد واقعہ سے بہت کم ہے۔

جس طرح ہندوستان میں دوسرے پرانے اور نئے مذاہب داخل ہوئے اسی طرح اسلام بھی ہند میں داخل ہوا اور باوجودیکہ وہاں مسلمانوں کی تعداد بہ نسبت دوسرے فرقوں براہمنوں اور بدھ کے پیرووں کے بہت کم ہے تاہم وہاں تمام فرقہائے اسلامیہ جو آج تک اسلام میں ظاہر ہوئے ہیں پائے جاتے ہیں۔ جب کبھی کوئی زیدی یا اباضی یا وہابی یا کسی اور فرقہ سے تعلق رکھنے والا

شخص بلاد عرب یا فارس سے ہند کو جاتا ہے تو اسکو وہاں اپنے ہم خیال و ہم مذہب بھائی مل جاتے ہیں اور اسکو ان میں ہر قسم کا تکرم و احترام جو انسان کو اپنے ہم اعتقاد بھائیوں میں حاصل ہوتا ہے حاصل ہو جاتا ہے۔

تیرھویں صدی ۱۳ کے آخری ایام میں اس وسیع ملک میں ایک اسلامی فرقہ جو بعض وجوہات سے نیا ہے ظاہر ہوا جس کے بانی مرزا غلام احمد صاحب مرحوم تھے۔ آپ اپنی ذات سے اپنی فضیلت پیدا کرنیوالے انسان تھے انہوں نے ایک چھوٹے سے گاؤں یعنی قادیان میں جو حکومت پنجاب کے زیر سایہ ہے پرورش پائی اور یہ بستی اس مذہب کے ظاہر ہونے سے پہلے تاریخ ہند میں قابل ذکر نہ تھی لیکن اب اسکو شہرت حاصل ہے اور یہ معلوم کرنے کے لئے صرف یہ خیال کافی ہے کہ وہاں سے تقریباً بیس ۲۰ سے زیادہ ماہواری رسالے و اخبارات شائع ہوتے ہیں جو تبلیغ احمدیت اور اپنے مسلمان اور مسیحی مخالفوں کے اندفاع کے کام کو سرانجام دیتے ہیں۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے والد اور دادا نے اپنی وفات تک اپنی زندگی کے ایام کو حکومت کی خدمت میں مشغول رکھا۔ لیکن مرزا غلام احمد صاحب اپنے والد کی وفات کے بعد ہندوستان کے اسی طریقہ معروفہ کی بنا پر جو کہ عزلت اور انقطاع عن الناس کو ترجیح دیتا ہے زہد و عبادت میں مشغول ہو گئے اور بے شک آپ اپنی علیحدگی کے اکثر اوقات میں مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت اور پستی پر غور و فکر کرتے رہتے تھے اور غیر مسلموں کی تبلیغی مساعی اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوششیں خاص طور پر ان کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتی تھی۔ ہم اس مختصر نوٹ میں بانی مذہب کے تفصیلی حالات لکھنے سے پہلو تہی کر کے اصل مطلب پر آتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ آپ اس لمبی چوڑی فکر اور طول طویل تنہائی کے خاتمہ پر مسیح اور مہدی (جنکے آمد کا احادیث میں کثرت سے تذکرہ ہے) کے متعلق ایک خاص مسلک لیکر باہر نکلے۔ اور آپ نے ان بعض احادیث کے مطابق جن میں مسیح اور مہدی کو ایک شخص کے دو نام ٹھیرایا گیا ہے مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس وجہ سے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث دربارۂ مہدی و مسیح کی تاویل کرنی پڑی۔ اور ان کو اپنے حالات کے مطابق قرار دینا پڑا اور اس طریق کی وجہ سے عام اسلامی رائے کو ان کے ساتھ سخت مخالفت ہو گئی۔ کیونکہ یہ تاویلات ان کے مسلمات کے خلاف تھیں۔ ہم اس مخالفت کی روح کو ظاہر کرنے کے لئے ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ مثلاً ان احادیث میں یہ حدیث عام مشہور ہے کہ حضرت مسیحؑ اپنے ظہور کے وقت ایک شخص سے جس کا نام دجال ہو گا جنگ کرینگے جبکہ وہ زمین کو شر سے بھر چکا ہو گا۔ لیکن برخلاف اسکے مرزا غلام احمد صاحب کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت مسیحؑ فوت ہو چکے ہیں۔ اور آسمان پر نہیں گئے۔ بلکہ ہندوستان کے علاقہ کشمیر میں دفن کئے گئے ہیں۔ جہاں انہوں نے

صلیبی واقعہ کے بعد ہجرت کی - اور آپ حسب خیال یہود صلیب پر فوت نہ ہوئے تھے - اور یہ عقیدہ مسلمانوں اور مسیحیوں کے خلاف ہے - پس ان وجوہات سے ان کا خیال ہے - کہ حضرت مسیحؑ جن کی آمد کی بشارت دی گئی ہے وہ ایک دوسرا شخص ہے - جو مسیح علیہ السلام سے اوصاف و اعمال میں مماثلت تامہ رکھتا ہوگا جیسا کہ دجال ایک معنوی شخص ہے - اور اس سے مراد وہ جماعت ہے جنہوں نے اپنی زندگیوں کو مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور ان کو بے دین بنانے میں صرف کر دیا ہے - اور یہ کہ مسیحؑ کی جنگ تلوار سے نہیں ہوگی بلکہ دلائل و براہین کی لڑائی ہوگی - اس لئے وہ اس کی جماعت دجال سے مراد پادریوں کو سمجھتے ہیں - اور ان کے ساتھ جنگ سے یہ مطلب کہ عیسائی پادریوں کے زہر کا ہر ضروری اور مناسب طریق سے ازالہ کیا جاوے - فی الواقعہ ان لوگوں نے پادریوں کے تعاقب میں نہایت مضبوطی سے کام لیا ہے - اسی وجہ سے عیسائی پادریوں نے احمدیوں کے برخلاف گورنمنٹ برطانیہ کو بھڑکایا اور کہا - کہ وہ ان کو دجال سمجھتے ہیں - حضرت مرزا صاحب نے اس شکایت کو ہتم بالشان خیال کیا - اور اسکے ازالہ کے لئے خاص طور پر ایک کتاب لکھی جس کا نام نور الحق رکھا - اس میں آپنے گورنمنٹ برطانیہ کی تعریف کی اور ان سے دوستی کا اظہار کیا اور بتایا کہ وہ گورنمنٹ کے خیرخواہ ہیں -

آپنے اپنے دین کی تعلیم کو تین کتابوں میں بیان کیا اور ان کو اردو زبان میں طبع کرایا - اور انکے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے الہام اور وحی سے لکھی گئی ہیں - اور یہ کہ وہ دین اسلام اور قرآن کے اصول اور سُنّت رسول کے خلاف نہیں - اور مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں خاتم الاولیاء ہوں - آپ کا مذہب سُنی ہے - لیکن تمام مذاہب سے عمدہ باتوں کو آپنے چُن لیا ہے - اور آپ کا اعتقاد ہے کہ انسان مختار ہے اور یہ کہ کتاب اللہ کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور اجتہاد کو جائز قرار دیتے ہیں - اور وہ چہرہ کو پردہ میں داخل خیال کرتے ہیں - اور یہ کہ عورتوں کو علوم لازمہ کا پڑھانا ضروری ہے اور جہاد حرام ہے - یہ لوگ علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہم سیاست سے تعلق نہیں رکھتے - اور بیان کرتے ہیں کہ انکا دعویٰ عنقریب تمام دنیا میں قبول کیا جاویگا ؛

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی قبر سری نگر کشمیر میں

۱- سری نگر کے قریب بجانب شمال و مشرق ایک پہاڑی ہے - اس کے اوپر ایک پتھروں کا بنا ہوا مندر کی شکل کا مکان ہے - اس پہاڑی کا نام "تخت سلیمان" یا "کوہ سلیمان" ہے کشمیر کے دہقانوں سے سُنا ہے کہ حضرت سلیمان نبی علیہ السلام کا تخت اس پر ہوتا تھا - اسی طرح کے اور بھی بہت سے قصے اس پہاڑی کے متعلق عوام الناس میں مشہور ہیں جو سلیمان نبیؑ سے تعلق رکھتے ہیں -

۲- اسلام آباد کے مشرق کی طرف قریباً چیا میل کے فاصلہ پر ہاروت ماروت دو فرشتوں کی جگہ بتائی ہوئی ہے - میں اس کو دیکھنے گیا - وہاں دو چار مجاوروں کے گھر بھی ہیں - ایک مجاور میرے پاس آگیا - میں نے اُس جگہ کے متعلق اس سے دریافت کیا - کہنے لگا یہاں دو فرشتے ہاروت ماروت قید ہیں میں نے کہا ہاروت ماروت تو بابل شہر میں ہوئے ہیں جو بغداد شہر کے پرے دریائے فرات کے کنارے تھا - کہنے لگا بابل شہر بھی یہاں ہی تھا - یہ جو اونچی جگہ اسلام آباد تک ہے اسی جگہ بابل آباد تھا - میں نے کہا اس کا ثبوت کیا ہے - کہنے لگا میرے پاس ایک تاریخ کی کتاب ہے - میں نے وہ کتاب منگا کر دیکھی - فارسی میں تھی - میں نے اسکو قریباً چودہ آنے کے پیسے دیئے اور وہ کتاب اس وعدہ پر لے لی کہ نقل لے کر واپس کر دونگا -

۳- کشمیر میں ایک علاقہ کوئے ہامہ کے نام پر مشہور ہے - یہاں ایک پہاڑی قریباً دو کوس لمبی ہے - اسکو موسیٰ نبی علیہ السلام کی قبر کہتے ہیں - اور اس کا ذکر تواریخ کشمیر میں بھی میں نے پڑھا ہے -

۴- کشمیر میں اور کشمیر کے اردگرد بعض گاؤں کے نام اور بعض جگہوں کے نام ایسے ہیں جو ملک شام کے ناموں سے ملتے ہیں -

میری بحث اس بات پر نہیں ہے کہ تخت سلیمان اور ہاروت ماروت اور موسیٰ نبی علیہ السلام کی قبر جو دو میل لمبی ہے اصلی ہیں یا نقلی - کیونکہ میں خود مانتا ہوں کہ یہ چیزیں مصنوعی ہیں - حضرت موسیٰ ؑ کی قبر کے متعلق تو توریت میں لکھا ہوا ہے کہ موسیٰ ؑ کی وفات مصر سے کنعان کو آتے ہوئے ہوئی اور اس کی قبر کا آجتک پتہ نہیں ہے -

میری بحث اس بات پر ہے کہ یہ مذکورہ بالا چیزیں کشمیر میں اسلام وارد ہونے سے پہلے کی ہیں جبکہ یہاں کوئی مسلمان نہ بستا تھا - تو پھر یہ بات ایک محقق مورخ کے واسطے غور طلب ہے کہ یہ نام اور چیزیں کونسی قوم لائی ؟ کیا ہندو ؟ ہندوؤں کو سلیمان اور ہاروت ماروت اور موسیٰ ؑ سے کیا تعلق - محقق آدمی اسکو ماننے کے لئے ایک منٹ کے لئے بھی تیار نہیں ہے - کیونکہ ہندو قوم کے ساتھ ان

چیزوں کا کوئی تعلق نہیں۔ پس یہ نام اس قوم نے رکھے اور یہ چیزیں اس قوم نے بنائیں جو ان سے تعلق رکھتی تھی اور وہ قوم بنی اسرائیل ہے۔ ایک محقق مورخ کو یہ نام اور یہ چیزیں ضرور اس طرف لے جاوینگی۔ اور اسکو مجبور کرینگی کہ وہ مان لے کہ اقوام کشمیر میں بنی اسرائیل کا عنصر ضرور ہے۔

۵۔ یہ عجیب بات ہے کہ کشمیر کے اِرد گرد تین طرفوں میں خالص پنجابی زبان بولی جاتی ہے۔ مثلاً مشرق میں ریاست چنبہ میں پنجابی بولی جاتی ہے۔ جنوب میں جموں۔ پنچھ کے علاقوں میں پنجابی بولی جاتی ہے۔ مغرب میں کاغان۔ کرنا۔ دراوہ وغیرہ علاقوں میں پنجابی بولی جاتی ہے۔ درمیان میں کشمیری زبان ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ قوم ہندو اقوام میں سے نہیں ہے۔

۶۔ مذکورہ بالا علاقوں میں پنجابی لباس ہے۔ لیکن کشمیریوں کا لباس بعینہٖ شامی لباس ہے۔ ایک ذرہ فرق بھی نہیں ہے۔ یہ لباس زبان حال سے شہادت دے رہا ہے کہ کشمیری قوموں میں ضرور شامی عنصر موجود ہے۔ جو بنی اسرائیل ہیں۔ اس لباس کا بھی ہندو اقوام سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ ہندوستان کے دیگر علاقوں میں ایسا لباس پہنا جاتا ہے۔

۷۔ کشمیر میں ایک رسم یہ ہے کہ خانہ داماد رکھا جاتا ہے۔ اور اس رسم کو فخر یہ کیا جاتا ہے کوئی عار نہیں سمجھتا حالانکہ ہندو قوم میں اسکو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور کوئی نہیں کرتا۔

۸۔ بنی اسرائیل کے اخلاق و عادات جس طرح توریت اور قرآن کریم نے بیان کیے ہیں وہ سب کے سب کشمیریوں میں موجود ہیں۔

۹۔ کشمیر میں بعض قوموں کے نام عبرانی یا عربی ہیں۔ مثلاً گنائی۔ جو در اصل غنّاء ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ کشمیری عموماً شدّ نہیں بولتے حتیٰ کہ قرآن کریم میں بھی مشدد حرف کو مخفف کرکے پڑھتے ہیں۔ پس غنّاء کی شدّ اسطرح اُڑگئی۔ اور ہمزہ کے نیچے یائے کا زیادہ کرکے بولنا کوئی بعید امر نہیں ہے۔

کشمیر میں قوم گنائی سارنگی وغیرہ ساز کے ساتھ گیت گاکر بھیک مانگتے ہیں۔ لیکن اب ان میں ایک گروہ ایسا بھی پیدا ہو گیا ہے کہ جو اس بات کو عیب سمجھتے ہیں اور خود زمیندارہ کرتے ہیں۔ غنّاء کے معنی بھی گانے والے کے ہیں۔

۱۰۔ کشمیریوں کا لب و لہجہ اور تلفظ بہت سا بنی اسرائیل کے ساتھ ملتا ہے۔ مثلاً عموماً یہ لوگ ج کو ی کے تلفظ سے اور س کو ش سے ادا کرتے ہیں۔ جو بنی اسرائیل کا خاصہ تھا۔ والسلام خاکسار نظام الدین مبلغ کشمیر

چار یورو پین محققین کی آراء

"لفٹننٹ کرنل سائکس" لکھتے ہیں کہ "حضرت محمدؐ صاحب کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد کوئی انصاف پسند اُن کی اولوالعزمی - اخلاقی جرأت - خلوص نیت - سادگی اور رحم و کرم کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا - پھر انہیں صفات کے ساتھ استقلال عزم اور حق پسندی و معاملہ فہمی کی قابلیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا - یہ یقینی بات ہے - کہ آپ نے اپنی سادگی - لطف و کرم اور اخلاق کو بلا خیال مرتبہ قائم رکھا - اس کے علاوہ شروع سے آخر تک وہ اپنے آپ کو ایک معمولی پیغمبر بتلاتے رہے - حالانکہ وہ اس سے زیادہ دعوے کر کے اس میں کامیاب ہو سکتے تھے"

"مسٹر ای - اے - فریمین" صاحب لکھتے ہیں کہ "اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت محمدؐ بڑے پکے راستباز اور سچے ریفارمر تھے - اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو ہرگز اپنے مقدس مشن میں آخر تک مستقل اور ثابت قدم نہ رہ سکتے - بلکہ وہ ڈگمگا جاتے - اور اُن کو لغزش ہو جاتی"

"مسٹر سیل" صاحب لکھتے ہیں کہ "میں نے اپنی تحقیقات میں کوئی ثبوت ایسا نہیں پایا کہ جس سے حضرت محمدؐ صاحب کے دعویٰ رسالت میں شبہ ہو سکے یا اُن کی مقدس ذات پر فریب و مکر کا الزام لگایا جا سکے"

"ڈاکٹر جی ویل" لکھتے ہیں کہ "بے شک حضرت محمدؐ صاحب نے گمراہوں کے لئے ایک بہترین راہ ہدایت قائم کی - اور یقیناً آپ کی زندگی نہایت پاک اور صاف تھی - آپ کا لباس ... ... اور آپ کی غذا بہت ہی سادہ ہوتی تھی - آپ کے مزاج میں بالکل تمکنت نہ تھی - یہاں تک کہ وہ اپنے متبعین کو تعظیم و تکریم کے رسمی آداب سے منع فرماتے تھے - آپ نے اپنے غلام سے کبھی وہ خدمت نہ لی - جس کو آپ خود کر سکتے تھے - آپ بازار جا کر خود ضرورت کی چیزیں خریدتے - اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے - خود بکریوں کا دودھ نکالتے - اور ہر وقت ہر شخص سے ملنے کے لئے تیار رہتے - وہ بیماروں کی عیادت کرتے - اور ہر شخص سے مہربانی کا برتاؤ فرماتے تھے - آپ کی خوش اخلاقی فیاضی اور رحمدلی محدود نہ تھی - غرض آپ قوم کی اصلاح کی فکر میں ہر وقت مشغول رہتے تھے آپ کے پاس بے شمار تحائف آتے تھے - لیکن وفات کے وقت آپ نے صرف چند معمولی چیزیں چھوڑیں - اور اُن کو بھی آپ مسلمانوں کا ہی حق سمجھتے تھے"

ہندو خود گائے سے بُرا سلوک کرتے ہیں

ہندو گئو کانفرنس بیں گاندھی جی کی تقریر

مہاتما جی نے کہا کہ میرے نزدیک ہندو صرف منتروں کے بار بار دُہرانے سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ پکا ہندو وہ ہے جو گائے کی حفاظت کی جاتی ہے اس سے مَیں ہرگز مطمئن نہیں ہوں۔ مَیں تنہائی میں اس پر افسوس کرتا ہوں تکلیف محسوس کرتا ہوں اور روتا ہوں۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں میں نے سوراج کے متعلق ایک پمفلٹ شائع کیا تھا جس میں ہندوؤں کو گائے کو ہلاک کرنے والا کہا تھا نہ کہ گائے کی حفاظت کرنے والے۔ جب مجھ سے کانفرنس کی صدارت کی درخواست کی گئی تو مَیں نے خیال کیا۔ کہ اگر اس مضمون پر اپنے خیالات کا اظہار کروں گا تو دوسرے ہنود کو تکلیف ہو گی۔ مجھے مسلمانوں یا قصابوں کے گائے کو ذبح کرنے سے اتنی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ جتنی کہ ہندوؤں کے گائے کے ساتھ بُرا سلوک کرنے سے ہوتی ہے۔ ہم مسلمانوں کو گائے ذبح کرنے سے کس طرح روک سکتے ہیں جبکہ اُن کے مذہب نے انہیں گائے کا گوشت کھانے کی اجازت دی ہے جب تک کہ ہنود خود گائے کی حفاظت نہ کریں وہ مسلمانوں سے اس کی حفاظت کی درخواست نہیں کر سکتے۔ گجرات میں بیلوں کو اسی قدر مقدس جانتے ہیں جس قدر کہ گائے ہے غیر معمولی طور پر کچھ کے پیٹنے سے نیم مردہ کر دیتے ہیں۔ کلکتہ میں مَیں نے ایک گوالیا کو دیکھا ہے کہ اس نے دودھ کا آخری قطرہ تک دوہ لیا تھا ایسا سلوک کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو خود گائے کے ساتھ نہایت سنگدلانہ اور بیرحمی کا برتاؤ کرتے ہیں دنیا کے دوسرے حصص میں گائے کے ساتھ ایسا بُرا سلوک نہیں کیا جاتا۔ جیسا کہ ہندوستان میں کیا جاتا ہے۔

الفقیہ سے سوال

(۱) الفقیہ ۱۴ دسمبر صفحہ ۹ کالم ۳ میں پیر جماعت علی شاہ کے وعظ کا یہ فقرہ طبع ہُوا ہے۔ "مجھے بخاری شریف کی حدیث یاد ہے فرمایا مخبر صادق صلعم نے اتبعوا السواد الاعظم الخ" سوال یہ ہے کہ یہ حدیث بخاری شریف میں کہاں ہے؟ حوالہ کتاب و باب و جلد و مطبع و صفحہ و سطر سے جلد مطلع کیا جاوے۔

(۲) اسی پرچہ کے صفحہ میں پیر صاحب مذکور کے ایک مرید عبد الحمید لاہوری کا ایک مضمون سماع موتیٰ شائع ہُوا ہے اسمیں ایک جگہ (کالم اوّل میں) لکھتے ہیں:۔ "صحیح بخاری میں روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ مُردے السلام علیکم یا اہل القبور سُن کر تم کو جواب دیتے ہیں" مُردوں کا جواب دینا کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ اور وہ لفظ صحیح بخاری میں کس باب جلد میں اور کہاں ہے؟ مطلع فرمائیے۔

(۳) وہی صاحب آگے لکھتے ہیں:۔ "صحیح بخاری میں تحریر ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ روح قالب میں داخل ہونے سے پہلے محبت کر سکتی ہے۔ تو بعد میں بھی کر سکتی ہے" یہ جس کا ترجمہ ہے اس کا اصل لفظ یعنی پوری عربی عبارت نقل کرو۔ اور بتلاؤ کہ صحیح بخاری میں کس باب و جلد میں اور کہاں ہے؟ (اہلحدیث)

(گذشتہ سے پیوستہ)

اسلامی قادر مطلق خدا اور آرین شرو شکتیمان

——— :: (آرین اعتراضات و احمدی جوابات) :: ———

مالکیت کی یہ تعریف "علم و حرکت" ناکافی ہے کیونکہ اس تعریف کے لحاظ سے تو ایک ڈاکہ زن جو اپنے علم اور حرکت کے ذریعہ لوگوں کو لوٹتا ہے وہ بھی لوٹے ہوئے مال کا مالک ثابت ہوتا ہے۔

انسانی مالکیت پر خدا کی مالکیت کو تصور کرنا بھی غلط ہے ہم درحقیقت کسی شے کے حقیقی مالک ہی نہیں ہیں ہمارا تو یہ حال ہے ہم جس کا مالک اپنے آپ کو کہتے ہیں وہ ایک عارضی تعلق ہے جو خالق حقیقی کی مشیت سے ہمیں حاصل ہے ورنہ سہ درحقیقت مالک ہر شئے خدا است ؎ گو بظاہر چند روزہ نزد ما ست یہ بالکل سچی بات ہے کہ وہ خالق عالم ہی اس عالم کا مالک ہے کیونکہ اگر ایک لحظہ اس کا دست قدرت اس عالم سے الگ ہو جائے تو یہ عالم فنا ہو جاوے برخلاف اس کے ہماری مالکیت کا تو یہ حال ہے کہ ہم سے تو ہماری مالکیت کو چور بھی چھین لیجاتے ہیں بلکہ ایک ننھی سی مکھی بھی ہماری ملکیت کو ہم سے لے ہی جاتی ہے۔ بالآخر جب ملک الموت ہماری روحوں کو قبض کرلیتا ہے تو ہماری مالکیت رکھی کی رکھی رہ جاتی ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ خدا کی مالکیت کی یہ حقیقت نہیں ہو سکتی۔ ضرور ہے کہ خدا کی مالکیت کی حقیقت کچھ اور ہو

اگر خدا روحوں کا خالق نہیں تو ضرور مالک بھی نہیں اور جب مالک نہیں تو ہم پر جو اس کی حکومت ہے یہ بھی ظلم ہے اگر تمام روحیں بالاتفاق پرمیشور سے کہدیں کہ مہاراج ہم اپنے حال مست اچھے ہیں ہمیں وجود کی ضرورت نہیں آپ کرپا کرکے ہمیں اس آواگون کے چکر میں ڈالکر خراب نہ کریں۔ کیونکہ باوجود لاانتہا زمانہ سے اس چکر میں پڑے ہوئے ہونے کے ہمارا حال کولہو کے بیل کی طرح ہے۔ "میں" کہنے کے سوا ہمیں کوئی علم ہی نہیں بلکہ کبھی تو یہ بھی نہیں رہتا۔ پس آپ کرپا کرکے اپنی جابرانہ حکومت کو ہم سے اٹھا لیں جس کا نتیجہ سوائے ہماری مٹی پلید ہونے کے کچھ نظر ہی نہیں آتا کیونکہ آپ اپنے کارخانہ کی رونق کے لئے مجبور ہیں کہ ہمیں ہی گائے بیل اور گدھا بنائیں۔ پس ہم گدھا بننے کے لئے نہیں ہیں۔ ہم نے آپکی وید وِدیا بھی پڑھ لی مگر اس میں سے بھی پہاڑ کھود کر چوہا ہی نکلا۔ آپکی مہربانی ہم نے دیکھ لی وہ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اگر ہمیں کھانے کی ضرورت ہو تو آپ ہم میں سے ہی بعض کو ہماری خوراک بنا دیتے ہیں۔ زید کی پگڑی بکر کے سر و بس۔

ہماری خیال میں روحوں کے ایسے مطالبہ کا آریہ مہاشے وید وِدیا سے کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اور دیں کیا جبکہ دراصل ان کا ایشور صفت رحمانیت سے واقعی خالی ہے۔ رحم کا انہیں نام و نشان بھی نہیں ہے۔

آرین اعتراض مَیں نے پوچھا تھا کہ جب سوائے خدا کے اور کوئی تھا ہی نہیں تو خدا نے کیوں چاہا کہ مخلوق پیدا کرے۔ مگر مولوی صاحب کو اس کا جواب نہیں آیا مَیں پھر پوچھتا ہوں کہ عدم سے وجود میں لانے کا سبب کیا ہے۔ اگر اس کی علّت معلوم ہو تو ظاہر کریں ورنہ فضول وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ ہے۔

اعتراض کا جواب "خدا نے کیوں چاہا کہ مخلوق کو پیدا کرے" اس کا جواب مَیں دے چکا ہوں بار بار ایک بات کو کہے جانا فضول ہے۔ اگر آپ نہیں سمجھے تو اب سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ جینیوں کا ایشور یا خدا نہیں جو کچھ نہیں کرتا بلکہ یہ اسلامی خدا ہے جو تمام صفات کاملہ سے متّصف ہے اور ان صفات میں سے ایک صفت ارادہ بھی ہے جو علّت ہے اس کی تمام صفات کے حیّزِ قوّت سے حیّزِ فعل میں آنے کی اور چونکہ عدم سے وجود کی صورت میں محض ارادۂ الٰہی آخری علّت ہے اس لئے یہ پوچھنا کہ خدا نے کیوں چاہا اس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں علّت اوّل کی علّت کیا ہے جو محض غلط سوال ہے۔ دیکھو سانکھ میں بھی لکھا ہے علّت کی علّت اور جڑ کی جڑ نہیں ہوتی۔ (سانکھ درشن ادھیاء اوّل سوتر ۶۷) پھر سوامی دیانند نے بھی لکھا ہے کہ آخری علّت کی علّت نہیں ہوتی (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۸۳)

در اصل آریہ مناظر کو یہ بات اس لئے سمجھ نہیں آتی کہ وہ صفت ارادہ کو نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے۔ مہاشہ جی! جس طرح خدا کی دوسری تمام صفات کی کوئی علّت نہیں اسی طرح خدا کی صفات ارادہ کی بھی کوئی علّت نہیں بلکہ اس کی تمام صفات تمام علّتوں کی علّت ہیں۔ اور اگر اس کی صفات کی علّت تلاش کرنی ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اُسکی ذات کی علّت نہ پوچھی جائے۔ لیکن یہ مسلّمہ ہے کہ اسکی ذات کی علّت نہیں ہے بلکہ وہ سب کی علّت ہے۔ لہٰذا اس کی صفات جو ذات کی طرح قدیم ہیں اُسکی بھی کوئی علّت نہیں ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس اسکے ارادہ کی بھی علّت نہیں ہے۔

پھر مَیں کہتا ہوں کہ اگر یہ اعتراض صحیح ہے کہ جب سوائے خدا کے کچھ نہ تھا تو اس نے ارادہ کیوں کیا تو مَیں پوچھتا ہوں کہ عالم کے موجود ہونے سے پہلے اس عالم کا مالک کس طرح ہوتا ہے اگر کہو کہ چونکہ یہ اسکے علم میں موجود ہوتا ہے تو مَیں کہتا ہوں کہ تمام ممکن الوجود ہستیاں خدا کے ازلی علم میں موجود ہوتی ہیں اس علم کے مطابق خدا کا ارادہ ہوتا ہے۔ پس آپ کا اعتراض باطل ہو گیا ۞

خدا نے ارادہ کیوں کیا اس سوال کے حل کا ایک یہ بھی طریق ہے کہ ہم غور کریں کہ خدا اور خلق اور مخلوق کے درمیان کیا نسبت ہے۔ کیا خدا اور مخلوق ہم عمر یا ایک ہی وقت سے ہیں۔ یا خدا پہلے ہے اور مخلوق زماناً بعد میں ہے۔

اگر کہو کہ خدا اور مخلوق ایک ہی وقت سے ہیں تو یہ بالبداہت غلط ہے۔ لہٰذا یہ ماننا پڑیگا کہ مخلوق بعد میں ہے اور جب یہ مانا تو خدا کے ارادہ کا سبب مخلوق تو ہو ہی نہیں سکتی اور یہ ماننا پڑیگا کہ خدا کے ارادہ کا سبب خود خدا کی ذات ہی ہے وبس یا یوں کہو کہ ارادہ سبب کی علت ہے اس کی علت کوئی نہیں ہے۔ اسکے سوائے کوئی اور صورت قابل تسلیم ممکن ہی نہیں۔

ممکن ہے کہ ایک آریہ بھاشہ یہ کہہ اُٹھے کہ جب سے خدا ہے روح اور مادہ اور نیز روح اعمال کی وجہ سے یا محض اسلئے کہ وہ وجود کار آمد موجود ہونے کی وجہ سے خدا نے مخلوق کو پیدا کیا اگر یہ دونو موجود نہ ہوتے تو خدا بھی مخلوق پیدا نہ کرتا یا پیدا کرنے کا ارادہ بھی نہ کرتا۔

مگر میں کہتا ہوں کہ روح کے اعمال تو روح کے ارادہ کے بعد ہوتے ہیں لہٰذا پہلے روح ہوئی بعد میں اعمال لہٰذا اگر اعمال روح سبب میں مخلوق کے وجود کے تو ضرور مخلوقات کا وجود قدیم سے نہیں بلکہ کسی خاص وقت سے ہے پس اب بتاؤ اس خاص وقت سے پیدائش کا کیا سبب ہے۔ یقیناً اس کا سبب ارادہ الٰہی ہی ہو سکتا ہے۔ اگر کہو کہ روح اور مادہ کا موجود ہونا ہی خدا کے خلق کا سبب ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ یہ سبب تو ازلی ہے کیا مخلوق بھی ازلی ہے۔ یہ تو بالکل ایسی ہی بات ہے کہ مخلوق ازلی ہے پس جب مخلوق ازلی نہیں تو جب سے وہ ہے اسوقت کوئی سبب ہونا چاہیئے اور اسی سبب کو ہم ارادہ الٰہی کہتے ہیں۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ صفت ارادہ بھی تو ازلی ہے پھر کسی خاص وقت سے اس کا ظہور کیوں ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ارادہ کی حقیقت پر غور کریں۔ دو یا دو سے زیادہ ممکن الوجود امور میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا ارادہ کہلاتا ہے یا ویشیشک درشن کی تعریف کے مطابق کرنا۔ نا کرنا اور اُلٹا کرنا جہاں پایا جاوے تو وہاں ارادہ ہوتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ میں کام کا کرنا یا نہ کرنا یا کیئے ہوئے کو توڑ دینا پایا جاتا ہے منزادہ صاحب ارادہ ذات ہے اور ارادہ یہی ہے کہ جب چاہتا ہے کرتا ہے جب چاہتا ہے نہیں کرتا۔ پس یہ سوال اُڑ گیا کہ کسی خاص وقت سے ارادہ کا ظہور کیوں ہوا؟

خدا کی مرضی

ایک جواب اس سوال کا کہ خدا نے ارادہ کیوں کیا یہ بھی عام لوگ دیا کرتے ہیں کہ خدا کی مرضی اور یہ بالکل صحیح جواب ہے۔ درحقیقت خدا تعالیٰ کی صفات کا جو اقتضاء ہے وہی اس کی مرضی ہے۔ اس لئے ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ خدا نے ارادہ اس لئے کیا کہ اسکی صفات کا تقاضا ایسا ہی تھا۔ لیکن اب یہ سوال ہوگا کہ صفات ازلی ہیں انکا تقاضا بھی ازلی ہے پس ارادہ بھی ازلی چاہیئے ہم کہتے ہیں بالکل ٹھیک ہے مگر ذرا سوچو کہ خدائی صفات کیا ہیں اور انکا

تقاضا کیا ہے۔

سنو! خدا تعالیٰ کی بے انتہا صفات میں سے جو بعض صفات اس نے مخلوق پر ظاہر کی ہیں دو قسم کی ہیں:۔

اوّل وہ صفات جو خدا کی ذات میں ہر وقت بالفعل پائی جاتی ہیں۔ خواہ مخلوق ہو یا نہ ہو۔

دوم وہ صفات جو بالقوۃ تو ہر وقت موجود ہیں لیکن فی الخارج انکا وجود اسوقت پایا جاتا ہے جب مخلوق بھی موجود ہو۔

پہلی قسم کی صفات کی مثال = خدا تعالیٰ کی وحدت۔ قدوسیت۔ علم وغیرہ۔

دوسری قسم کی صفات کی مثال = خالقیت۔ رازقیت۔ رحیمیت وغیرہ۔

پہلی قسم کی صفات میں سے صفت وحدۃ سب سے بڑی اور اعلیٰ صفت ہے اور یہ صفت سب صفات پر مقدم ہے۔ اور ہر مذہب والا جو خدا کو مانتا ہے یہ کہتا ہے کہ خدا ایک ہی ہے۔ اور یہ صفت چونکہ اپنے موجود ہونے کے لئے کسی دوسری شئے کی محتاج نہیں ہے بلکہ چاہتی ہے کہ اس کے ماسوا کچھ بھی نہ ہو۔ لہٰذا اس صفت کو دوسری قسم کی تمام صفات پر تقدم زمانی ہے اور اس صفت کا زمانہ لامحدود ہے۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کی ذات میں دوسری قسم کی صفات بھی ہیں اور وہ بھی دائمی طور پر معطل نہیں رہ سکتیں ورنہ انکا ہونا نہ ہونا برابر ہوجائیگا اس لئے ارادہ الٰہی کے ماتحت ایک وقت آیا کہ اس نے صفت خالقیت کو حرکت دی اور مخلوق ظاہر ہو گئی۔ پہلے محض صفت وحدت جلوہ گر تھی لیکن بعد میں اسکے ساتھ مخلوقات کا وجود بھی ظاہر ہو گیا گویا اب دونو صفتیں بالفعل موجود ہیں اور یہ دونو حالتیں ارادہ الٰہی سے ظہور میں آئیں اور یہی وہ بات ہے جسے دوسرے لفظوں میں اقتضاء صفات بھی کہدیتے ہیں اور حدیث نبوی میں اس امر کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کُنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔ اگر کوئی آریہ مہاشہ اسپر معترض ہوں تو چاہئے کہ وہ سوامی دیانند کی ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۰ کو مطالعہ کریں جہاں لکھا ہے کہ:۔

"پرماتما نے ایکشن یعنی علم و غور اور ارادہ کیا کہ میں تمام عالم کو بنا کر ظاہر ہوؤں"

اس حوالہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ علم غور اور ارادہ سے کام کرتا ہے۔ پس آریوں کا ارادہ پر اعتراض بھی فضول ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ صفت وحدت کے جب یہ معنی ہیں کہ سوائے خدا کے کوئی نہ ہو تو جب مخلوق ہوئی تب وہ صفت کہاں گئی۔ ہم اس کا جواب یہ دینگے کہ وہ صفت اب بھی موجود ہے مخلوق

خالق کی شریک نہیں جو وحدت میں فرق آجائے ہاں اگر ایک ذرہ بھی قدیم ہو تو اس کی وحدت ٹوٹ جاتی ہے. غرض پہلے صرف وحدت تھی اور اب وحدت اور خالقیت دو ہیں۔

ممکن ہے کہ کسی آریہ مہاشہ کو یہ خیال گذرے کہ خدا کی صفات کیلئے کبھی تعطل جائز ہی نہیں یعنی یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی وقت خدا تعالیٰ کی کوئی صفت بالفعل موجود نہ ہو. اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ خدا کی صفات میں سے بعض صفات متضاد بھی ہیں جو ایک ہی وقت میں بالفعل پائی جا سکتی ہی نہیں مثلاً پیدا کرنا اور مارنا - یا آریہ سماج کی اصطلاح میں اتپتی اور پرلے. صفت احیاء چاہتی ہے کہ صفت امانت ایک وقت تک معطل رہے یعنی جب صفت احیاء کام میں ہوگی تو صفت امانت معطل ہوگی اور جب صفت امانت کام میں ہوگی اسوقت صفت احیاء معطل ہوگی - اور یہ وہ امر ہے جسے آریہ صاحبان بھی مانتے ہیں کیونکہ وہ مہا پرلے کے وقت خدا تعالیٰ کو بلا فعل مانتے ہیں اگرچہ خدا کے لئے سونا تو جائز نہیں لیکن استعارۃً اس زمانہ کی برہم راتری کہتے ہیں یعنی خدا کی رات جس میں وہ آرام کرتا ہے - چنانچہ منو سمرتی میں لکھا ہے :-

دیوتاؤں کے ہزار یگ کے برابر برہما جی کا ایک دن ہوتا ہے اور اتنی ہی رات ہوتی ہے وہ برہما دن میں اپنے کام کرتے ہیں اور رات میں سوتے ہیں - جب جاگتے ہیں تب سنکلپ بکلپ روپ من کو سرشتی رچنے کے واسطے آگیا دیتے ہیں (منو سمرتی ادھیاء اوّل شلوک ۷۲ و ۷۴)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ تعطل میعادی کے آریہ بھی قائل ہیں - اور سنکلپ کا لفظ خدا تعالیٰ کے ارادہ کا مثبت ہے۔

ارادہ الٰہی اس سوال کا جواب کہ خدا کیوں ارادہ کرتا ہے - مَیں نے یہ بھی دیا ہے کہ چونکہ ارادہ اسکی ایک صفت ہے لیکن مَیں نے یہ ثابت نہیں کیا کہ واقعی ارادہ اسکی صفت ہے یا نہیں - کیونکہ ہمارے نزدیک عالم کا ذرہ ذرہ خدا تعالیٰ کے ارادہ کا مثبت ہے مگر چونکہ آریہ اس سے منکر ہیں اس لئے اس ضروری مسئلہ پر بلا خوف طوالت ہم کچھ اور بھی لکھتے ہیں۔

اعتراض کی غرض یہ اعتراض کہ اسکے ارادہ کی علّت کیا ہے تب ہی پیدا ہوتا ہے جبکہ فریق مخالف خدا تعالیٰ کو صفت ارادی سے خالی جانتا ہے اور ارادہ سے خالی ثابت کرنے کے لئے بطور عقدہ لاینحل وہ ارادہ کی علّت کا سوال ہمارے سامنے رکھدیتا ہے تاکہ اگر ہم ارادہ کی علّت نہ بیان کر سکیں تو وہ آسانی سے کہدے کہ اس میں ارادہ ہے ہی نہیں۔

اعتراض کا ردّ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ صاحبِ ارادہ ہے تو ہم اگر اسکے ارادہ کی علّت بتانے سے عاجز ہوں تو خدا تعالیٰ بلا ارادہ تو ثابت نہیں ہو سکیگا اس لئے پہلے دیکھنا یہ چاہیئے کہ

واقعی خدا تعالیٰ صاحب ارادہ ہے یا نہیں۔

خدا تعالیٰ فاعل بالارادہ ہے

ہمارا دعویٰ ہے کہ خدا تعالیٰ فاعل بالارادہ ہے یا یہ کہ ارادہ اس کی ایک صفت ہے اور ہم دنیا میں خدا کے کاموں میں ارادہ کو پریکٹس دیکھتے ہیں مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جن ذروں کو اپنی قدرت سے جوڑتا ہے اور دنیا بنتی ہے انہیں ذروں کو خدا تعالیٰ اپنی قدرت سے دوسرے وقت الگ الگ بھی کر دیتا ہے اور پرلے ہو جاتی ہے۔ اب یہ ظاہر بات ہے کہ جوڑنے کے لئے جس طرح طاقت لگائی جاتی ہے توڑنے کے لئے اسکے خلاف طریقہ پر لگائی جاتی ہے۔ اور ان دو متضاد طریقوں میں طاقت سے کام لینے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسی قوت بھی ہو جو اس حرکت کو روکے جس سے اتصال ہو رہا ہے اور ایک دوسری حرکت شروع کرے تو انفصال کا موجب ہو۔ کیونکہ بغیر ایسی قوت کے یہ ممکن ہی نہیں کہ اتصال اور انفصال ایک ہی ذات سے صادر ہو سکے۔ جیسے کہ ایک انجن باوجود سٹیم ہونے کے نہ خود بخود حرکت کر سکتا ہے نہ حرکت سے سکون کو قبول کر سکتا ہے یا غلط فہمی سے بچانے کے لئے یوں کہلو کہ ایک انجن نہ تو خود بخود آگے جا سکتا ہے اور نہ لوٹ سکتا ہے جبتک ایک صاحب ارادہ ہستی یا ڈرائیور نہ ہو۔

غلط مثالیں

اس جگہ یہ یاد رہے کہ آریہ بہت سی غلط مثالیں دیا کرتے ہیں مثلاً (۱) سورج کی گرمی سے موم پگھلتی ہے اور گیلی مٹی یا آٹے کا گوندہ خشک اور سخت ہو جاتا ہے۔ گویا ایک دھوپ سے ایک ہی وقت میں دو کام ہوئے۔ (۲) حلوائی لڈو بناتا ہے جس ہاتھ کی حرکت سے وہ لڈو بنا رہا ہے اسی حرکت کو ذرا زیادہ کر دینے سے لڈو ٹوٹ جاتا ہے (۳) گرمی سے پزاوہ کے اندر اینٹیں پک جاتی ہیں لیکن ذرا زیادہ آنچ لگ جانے سے جل جاتی ہیں۔ (۴) ایک رسی کو اگر بل دیتے جائیں تو آخر ٹوٹ جاتی ہے گویا ایک ہی حرکت سے بل آ گیا اور پھر اسی سے رسی ٹوٹ بھی گئی اور بل کھل گیا۔ (۵) ایک ہی انجن سے ایک طرف آٹا پس رہا ہے دوسری طرف بجلی بن رہی ہے تیسری طرف کپڑا بنا جا رہا ہے۔ حالانکہ انجن میں کوئی ارادہ نہیں ہے۔ (۶) چھاپے کی مشین کو دیکھو کہ اس کا بڑا پہیہ برابر ایک ہی قسم کی حرکت کرتا جاتا ہے لیکن وہ مشین کہیں سیاہی دیتی ہے کہیں چھاپتی ہے کہیں کاغذ کو دباتی ہے کہیں کاغذ کو اٹھا کر رکھتی ہے۔ (۷) بے شمار آلات ایسے ہیں جو automatically کام کرتے ہیں مثلاً سینے کی مشین میں اسکے پرزے ایک ہی حرکت کے ذریعہ کبھی آگے بڑھتے ہیں کبھی پیچھے ہٹتے ہیں۔ ایک گھڑی کبھی الارم بجاتی ہے کبھی خاموش ہو جاتی ہے اور اس طرح ایک ایک منٹ کے وقفہ کے بعد برابر الارم بجائی جاتی ہے۔ ایک بجلی کا لمپ کبھی جلتا ہے کبھی بجھتا ہے غرض تمام automatically کام کرنیوالی مشینوں سے پایا جاتا ہے کہ حرکت ایک اور کام متعدد۔

غلط مثالوں کا نتیجہ یوں تو یہ مثالیں بے شمار ہیں لیکن ان سب کی غرض واحد ہے کہ یہ ثابت کیا جائے بلا ارادہ کے ایک ہستی سے مختلف کام ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ خدا کے مختلف کام اس بات کا ثبوت ہیں کہ خدا تعالیٰ ارادہ والا ہے غلط ہے۔

غلط مثالوں کا جواب ہمارے نزدیک یہ تمام مثالیں غلط ہیں کیونکہ ان سب میں مختلف چیزوں کے مختلف اثرات ہیں نہ یہ کہ ایک ہی وجود کے مختلف اثرات۔ دراصل قلت تدبر کی وجہ سے یہ مثالیں پیش کر دی گئی ہیں جن کا جواب اختصاراً ہم ابھی دینگے لیکن پہلے ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے ہم پیشکردہ مثالوں سے ایک بہت بہتر مثال خود پیش کر دیتے ہیں تاکہ آریہ بھائیوں کو کسی طرح بات سمجھ میں آجاوے۔

ہم سب جانتے ہیں کہ گرم اُونی کپڑے اور کمبل وغیرہ ہم اسلئے اوڑھتے ہیں کہ ہم سردی سے بچ جاویں اور ہم اس استعمال میں اتنے بڑھے ہیں کہ جہاں کسی کو کمبل دیکھیں ہم پوچھتے ہیں کہ کیوں صاحب سردی لگتی ہے۔ گویا کمبل سردی سے بچانے کا ذریعہ ہے۔ اب ہم جب دیکھتے ہیں کہ گرمی کے موسم میں برف کو بھی دوکاندار کمبل اُڑھائے رکھتے ہیں۔ بادی النظر میں ایک گاؤں کا رہنے والا شخص کہیگا کہ برف کو بھی شاید سردی لگتی ہوگی تبھی تو کمبل میں لپیٹ کر رکھتے ہیں۔ اور جو شخص گرمی سردی کی اصل حقیقت سے باخبر ہوگا اور جانتا ہوگا کہ کپڑے پہننے کی غرض کیا ہے وہ یہ کہیگا کہ دراصل کمبل برف کو گرم ہونے سے بچاتا ہے اور انسانوں کو سرد ہونے سے بچاتا ہے۔ اور پنڈت راجند سا آریہ جھٹ کہ اُٹھیگا کہ دیکھئے ایک ہی کمبل ہے۔ وہ انسانوں کو گرم کرتا ہے اور برف کو سرد کرتا ہے لیکن ہم کہینگے کہ مہاشہ جی ذرا غور سے سوچو کمبل نہ گرم کرتا ہے نہ سرد۔ بلکہ اس کا ایک ہی خاصہ ہے کہ وہ حرارت کو روکتا ہے جب انسان اوڑھتا ہے تو اسکی اندرونی حرارت کو روکتا ہے اور انسان گرم ہو جاتا ہے اور جب اسے برف پر ڈالتے ہیں تو وہ باہر کی حرارت کو برف تک پہنچنے سے روک لیتا ہے وبس۔ علیٰ ہذا القیاس تمام مثالیں جو خدا کو بلا ارادہ ثابت کرنیکے لئے پیش کیجاتی ہیں وہ اپنے اندر غلط مقدمات رکھنے کی وجہ سے غلط نتائج پیدا کرنیکا موجب ہوتی ہیں۔ اب ہم دلائل کا جواب اختصاراً دیتے ہیں:۔

پہلی مثال:۔ مثلاً پہلی ہی مثال کو لو گرمی کا بلا شبہ یہ خاصہ ہے کہ وہ موم یا تیل یا چربی وغیرہ کو گلا دیتی ہے اور پانی کو بخارات بنا کر اُڑا دیتی ہے۔ لیکن اسکے خلاف وہ کبھی نہیں کر سکتی۔ موم جسے وہ پگھلاتی ہے اسے خشک نہیں کر سکتی اور پانی جسے وہ خشک کرتی ہے اسے ہمیشہ خشک ہی کریگی اسکے خلاف نہیں کریگی۔ لیکن سوال تو یہ تھا کہ جس طاقت سے خدا جس مادہ کو جوڑتا ہے اسی طاقت سے اس مادہ کو توڑتا بھی ہے لیکن تمام پیشکردہ مثالوں میں یہ شرط نہیں پائی جاتی۔ دوسری مثال میں تو حلوائی کا ارادہ ہی لڈو کے

توڑنیکا موجب ہوتا ہے تبھی تو ذرا زیادہ زور رہ لگاتا ہے۔ **تیسری مثال**۔ اینٹوں کا جل جانا یک جانے سے کوئی علیحدہ کام ہی نہیں بلکہ جس طرح کی حالت سے گرمی کی وجہ سے اینٹ مختلف رنگ پلٹتی گئی ہے اسی طرح زیادہ حرارت سے وہ آخر جل جاتی ہے۔ مگر یہ زیادہ اور کم حرارت کیوں ہوئی کیا کہیں پزادہ کے بنانے والے کا ارادہ تو نہیں۔ **چوتھی مثال**۔ رسّی کو بل دینے کے پہلے رسّی کو باندھنا ہوگا یہ ایک حرکت ہوئی پھر بل دینے کیلئے دوسری حرکت ہوگی تب وہ رسّی بل کھاکر آخر ٹوٹ جائیگی لیکن اب وہ بل نہیں کھا سکتی تاوقتیکہ اسے کھونٹی سے باندھا نہ جاوے اور یہ تو بل دینے والے کے ارادہ کا کام ہے۔

پانچویں مثال۔ بلاشبہ ایک انجن سے کئی کام ہو سکتے ہیں لیکن مختلف مشینیں لگاکر نہ ایک ہی مشین سے آٹا پیسنے کی مشین الگ اور کپڑا بُننے کی الگ اور ان سب کو ایک انجن سے لگاکر چلانا عقلمند صاحب ارادہ کا کام ہے۔ کیا جو مشین آٹا پیس رہی ہے وہی مشین آٹے کو واپس دانہ بھی بنا سکتی ہے۔ یا یہ کہو کہ کسی مشین کا جو پُرزہ ایک کام کر رہا وہ اسکے خلاف بھی کر سکتا ہے اگر نہیں تو یہ مثال ہی غلط ہے۔

چھٹی مثال میں جو چھاپہ خانہ کی مشین ہے وہ کسی صاحب ارادہ ہستی کے کاموں کے لئے مختلف کلوں یا پرزوں کا مجموعہ ہے جو کل یا پُرزہ ایک کام کر رہا ہے وہ وہی کام کر سکتا ہے مثلاً اسکا جو پُرزہ سیاہی دے رہا ہے وہ یہ نہیں کر سکتا کہ سیاہی کو صاف کرے اور جو کل کاغذ کو کاٹ رہی ہے وہ کاغذ کو جوڑ نہیں سکتی لہٰذا یہ بھی فضول مثال ہے۔ **ساتویں مثال** میں جو machines automatic کو پیش کیا گیا ہے وہ بھی آریوں کی عقل کا ثبوت ہے کیا وہ مشینیں کسی مدبّر با ارادہ انسان کے ارادوں کے پورا کرنیکے مختلف آلات تو نہیں ہیں اور ضرور ہیں پس یہ تمام کلیں تو اس بات کا ثبوت ہیں کہ ایک ارادہ والا انسان اپنے ارادوں کے اظہار کے لئے ایسے آلات بنا سکتا ہے جو خود بخود انسانی ارادہ کو ظاہر کریں۔ گویا یہ مشینیں خدا کے ارادہ کا ثبوت ہیں نہ کہ اسکے خلاف۔ دیکھو اگر ایک ہارمونیم میں سے مختلف آوازیں نکل رہی ہیں تو وہ ہارمونیم کے بنانیوالے اور بجانیوالے کی کاریگری ہے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ دیکھو ہارمونیم بلا ارادہ کے مختلف سُروں کی آوازیں دے رہا ہے۔

اصول | یہ بات قابل نوٹ ہے کہ دنیا میں ایک بھی نظیر ایسی نہیں پائی جاتی جو بلا ارادہ کے اپنے خاصے ظاہر کر رہی ہو اور ساتھ ہی وہ خاصہ ایسا ہو کہ دوسری چیزوں پر جو اپنے خواص میں یکساں ہوں مختلف اثر کرے یا کر سکے۔ مثلاً یہ ممکن نہیں ہے کہ دو یکساں ٹکڑوں پر ایک ہی زہر کا مختلف اثر ہے۔ فرض کرو ہم نے سنکھیا کے ست کے اندر ایک سیسے کو دو ٹکڑوں میں کاٹ کر اور گرم کرکے ڈالدیا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ دو ٹکڑوں میں دو مختلف اثر ہونگے ہرگز نہیں۔

نتیجہ | پس ہم کو ماننا پڑا خدا تعالیٰ جو بقول آریہ صاحبان قدیم پرکرتی کو جوڑتا بھی ہے اور توڑتا بھی ہے ضرور فاعل با ارادہ ہے۔

اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ

پر رسالہ الفیصل کے اعتراضات کا جواب

آجکل امرتسر سے ایک ماہوار رسالہ بنام الفیصل شائع ہوتا ہے جس کے پرچہ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ (جلد اول نمبر ۱) پر حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت لکھا ہے: "مرزا صاحب بھی ایک الہام میں للکارتے ہیں کہ خدا نے مجھے یہ خطاب کیا ہے کہ انا منک و انت منی۔ میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے" "صاف نظر آتا ہے کہ مرزا صاحب اپنے خیال میں خدا کے دادا تھے۔"

اس افترا پرداز کو سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر سے جسقدر آگاہی حاصل ہے اسکی حقیقت تو اسکے سب سے پہلے فقرہ سے ظاہر ہے۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس مشہور و معروف الہام کے الفاظ جسکی طرف اشارہ کیا گیا ہے یہ نہیں ہیں بلکہ وہ الہام الٰہی ان الفاظ میں ہے "انت منی و انا منک" جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس معترض کو سلسلہ احمدیہ کا لٹریچر دیکھنا تو نصیب ہی نہیں ہوا۔ اور اپنی ذاتی تحقیق کے بغیر محض سنی سنائی باتوں کی بنا پر مخالفت اور مقابلہ کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اور قرآنی ارشاد بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یاتھم تاویلہ اور اکذبتم بآیاتی ولم تحیطوا بھا علما کا کچھ بھی پاس نہ کر کے ہرزہ درائی پر کمربستہ ہو گیا۔ اور باوجود اس بیخبری اور ناواقفیت کے وہ بڑے زور سے دعویٰ کرتا ہے کہ اس الہام کی جسقدر تاویلیں احمدیوں کی طرف سے کیجاتی ہیں ان میں سے کوئی تاویل بھی خود مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے نہیں کی بلکہ انکے مرید اپنی طرف سے ہی کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ "پچھلے لوگ تاویلیں کریں تو کیا بن سکتا ہے۔ جو دعویٰ مرزا صاحب نے کرنا تھا کر گذرے۔ جبتک موجودہ تاویلات میں مرزا صاحب کی اپنی تاویل موجود نہ ہو مدعی سست گواہ چست کا معاملہ ہے" گویا اس نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام تحریرات و تقریرات کو بالاستقصاء دیکھ لیا ہے اور ان میں کہیں اس الہام کی کوئی ایسی تفسیر و تشریح نہیں پائی جس سے دعویٰ ابوت و بنوت کے الزام کا ابطال ہوتا ہو۔ حالانکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں اور تقریرات میں اس الہام کی تشریح و تفسیر کمال بسط کے ساتھ بیسیوں جگہ موجود ہے۔ نمونہ کے طور پر دیکھو۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"اس کا پہلا حصہ تو بالکل صاف ہے کہ تو جو ظاہر ہوا یہ میرے فضل اور کرم کا نتیجہ ہے" ... "اس الہام میں جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے انا منک اس کا یہ مطلب اور منشاء ہے کہ میری توحید اور میرا جلال اور میری

عزّت کا ظہور تیرے ذریعہ سے ہوگا" " اس وقت خدا تعالیٰ نے اپنے ظہور کا ارادہ فرمایا اور مجھے مبعوث فرمایا۔ اس لئے مجھے کہا کہ انت منّی وانا منک۔ اور اسکے یہی معنے ہیں کہ میرا جلال اور میری توحید وعظمت کا ظہور تیرے ذریعہ سے ہوگا"۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۴)

اس بیباک معترض نے جہاں باوجود اس قدر بیخبری کے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی تحریرات و افادات میں اس الہام الٰہی کی اس تفسیر اور تشریح کے موجود ہونے سے بڑی دلیری کے ساتھ انکار کیا ہے وہاں باوجود علم نحو سے کورا ہونے کے اس میں دخل دیکر یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ علم نحو کے رُو سے اس فقرہ کے جو معنے بھی کیے جائیں ان سے یہی مدّعا ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب (علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) کو خدائی بلکہ خدا کا باپ دادا ہونے کا دعویٰ تھا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ ان تاویلات مریدانہ کو توڑنے کے لئے اتنا کہدینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ اس عربی فقرہ میں مِن حرف جار کیا ہے؟ ابتدائیہ ہے تو یہ معنے ٹھیرے کہ مرزا صاحب سے خدا کی ابتداء ہوئی بہت خوب! زائدہ ہے تو من شدم تو من شدی کا مسئلہ صاف ہوجاتا ہے یہ اس سے بھی بڑھکر خوب! بیانیہ ہے تو پھر وہی عینیت کا سامنا ہے۔ تبعیضیہ ہے تو ثابت ہُوا کہ خدا میں مرزا صاحب کا ایک ٹکڑہ موجود ہے اور مرزا صاحب میں خدا کا۔ اب پھر وہی بات آگئی کہ من وجہٍ مرزا صاحب خدا ہیں اور من وجہ خدا صاحب مرزا صاحب ہیں"

معلوم ہوتا ہے کہ بیچارے نے کسی سے سُنے سنائے رسالہ کافیہ کے اُن الفاظ سے جن میں حرف مِن کے یہی چاروں معنے بیان ہوئے ہیں یہ سمجھ لیا ہے کہ مِن کے ابتدائیہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ جس چیز کا نام وغیرہ لفظ مِن سے پہلے بیان ہُوا ہو اسکی ابتداء اس چیز سے ہوتی ہے جس کا نام وغیرہ لفظ مِن کے بعد آیا ہو۔ جسکی بنا پر اس نے انا منک میں مِن کو ابتدائیہ قرار دینے کی صورت میں اسکے یہ معنے بتائے ہیں کہ متکلم (یعنی اللہ تعالیٰ) کی ابتداء مخاطب (یعنی حضرت مرزا صاحب) سے ہوئی۔ حالانکہ یہ سراسر نادانی اور جہالت ہے۔ مِن کے ابتدائیہ ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ اسکے بعد ذکر ہونے والی چیز سے ہوئی۔ تا انا منک کے معنی یہ سمجھے جاتے کہ (نعوذ باللہ) خدا تعالیٰ کی ابتداء حضرت مرزا صاحب سے ہوئی۔ بلکہ اس سے مراد کسی فعل یا معنیٔ فعل کی ابتداء اس چیز سے ہونا ہے جو اس لفظ مِن کے بعد مذکور ہو۔ چنانچہ حروف جر کی تعریف سے ہی جو کافیہ میں ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے یہ بات کمال صفائی سے ثابت ہو رہی ہے۔ ما وضع للافضاء بفعلٍ او معناہ الی ما یلیہ۔ اور پھر اس لفظ مِن کے سب سے پہلے معنی کی جو کافیہ میں یہ بیان ہوئے ہیں کہ "للابتداء" تشریح شرح جامی میں یہ کی گئی ہے کہ ای لابتداء الغایۃ۔ اور پھر یہ بتا کر کہ غایۃ کا لفظ بہت کثرت سے غرض و مقصود کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور حروف جارہ کے استعمال کے موقع پر انکا متعلق فعل (یا معنیٔ فعل) ہی مقصود ہوتا ہے اور یہ کہ اس لفظ الغایۃ سے مراد وہی فعل ہے وضع کر دیا ہے کہ مِن جس چیز کی ابتداء کو ظاہر کرتا ہے وہ وہی فعل لفظاً یا معنیً

ہوتا ہے۔ جو اس حرف کا متعلّق ہوتا ہے۔ (نہ کہ مِنْ سے پہلے آنیوالا اسم)۔ شرح جامی کے اصل الفاظ یہ ہیں فالمراد بھا الفعل یعنی حرف مِنْ ابتدائیہ جس چیز کی ابتداء کو ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے وہ فعل ہوتا ہے چونکہ معترض عربی زبان سے ناواقف ہے اس وجہ سے کچھ تعجب نہیں کہ اس موقع پر اسکے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ اس مذکورہ بالا تقریر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حروف جر کے ساتھ کسی فعل یا شبہ فعل کا پایا جانا ضروری ہے چونکہ انت منی وانا منك میں کوئی فعل مذکور نہیں ہے اس لئے اگر یہ قاعدہ صحیح ہے تو یہ فقرہ غلط ہے۔ سو واضح ہو کہ مذکورہ بالا قاعدہ بھی صحیح اور درست ہے اور یہ فقرہ بھی بالکل صحیح اور درست ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ حروف جر مع اپنے مجرورات کے ہمیشہ کسی نہ کسی فعل یا شبہ فعل کے متعلق بنکر استعمال ہوتے ہیں اور وہ فعل یا شبہ فعل انکا متعلّق کہلاتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ وہ فعل یا شبہ فعل ہر جگہ لفظاً مذکور ہو۔ بلکہ بسا اوقات وہ لفظاً مذکور نہیں ہوتا اور اس ترک ذکر کی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس فعل یا شبہ فعل کا قائم مقام بنانے کے اسے حذف کر دیا گیا ہو۔ فعل مذکور کی مثال جیسے قَدِمْتُ مِنْ مکۃ۔ شبہ فعل مذکور کی مثال انا قادم من مکۃ۔ فعل مقدر کی مثال جس کا قائم مقام جار مجرور کو بنا دیا گیا ہو جیسے اولئك علی ھدًی یعنی اولئك استقروا علی ھدًی۔ شبہ فعل مقدر کی مثال جس کا قائم مقام جار مجرور کو بنا دیا گیا ہو۔ جیسے لاریب فیہ یعنی لاریب ثابت فیہ۔ ایسے فعل محذوف کی مثال جسکا کوئی قائم مقام نہ ہو جیسے کسی شخص کے اس سوال پر کہ من این قدمتَ؟ مجیب بجائے قدمتُ من مکۃ کے صرف "من مکۃ" کہدے۔ اور ایسے شبہ فعل کی مثال یہ ہے کہ جیسے من این قادم انت؟ کے جواب میں بجائے انا قادم من مکۃ کے صرف یہ کہدیا جائے کہ من مکۃ۔ سو یاد رہے کہ انت منی وانا منك میں فعل یا شبہ فعل مقدر کا جار مجرور کو قائم مقام بنایا گیا ہے۔ اور اسکی مثالیں قرآن کریم اور کلام عرب میں کثرت سے موجود ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ اس جگہ کونسا فعل یا شبہ فعل مقدر ہے۔ سو جو تفسیر اس وحی الٰہی کی خود حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے اور جس میں سے صرف دو تین فقرے اوپر نقل کئے گئے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس جگہ ظہور کے معنی ملحوظ ہیں یعنی جس فعل یا شبہ فعل سے اس حرف مِن کا تعلق ہے وہ ظہور سے مشتق ہے۔ جو دونو جملوں میں (حسب رعایت اطراف حرف مذکور۔ اور حسب اقوال مختلفہ نحاۃ۔ ظہرتَ اور ظہرتُ یا ظاھرٌ) مقدر ہے۔ اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس زمانہ میں لوگوں کی نظروں سے چھپا ہوا تھا اور لوگ طرح طرح کے حجابوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے دور پڑے ہوئے تھے۔ اور انکی حالت کے اعتبار سے گویا خدا تعالیٰ کی ذات اور اسکی صفات حیز خفا میں تھیں۔ اور کنت کنزاً مخفیاً کا دور محیط عالم تھا۔ اور دوسری طرف آپ کے مقام سے بھی دنیا بالکل بیخبر تھی۔ اور آپ گویا زاویہ خمول میں

جواہر معادن کی طرح لوگوں سے پوشیدہ تھے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی آپ کو نہیں جانتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپکو حیز خفا سے منصۂ ظہور میں پہنچا کر اور اپنی جناب سے اہل عالم کی طرف آپکو مبعوث فرما کر آپ پر آپکو متجلی کیا۔ اور آپ کی بعثت سے اللہ تعالیٰ کی تجلی دنیا پر ہو کر انوار الٰہی کے بند دروازے کھل گئے۔ اور فاحببت ان اعرف کا منشاء پورا ہوا۔ اور اسطرح سے آپ کا ظہور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اہل عالم پر ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کے نور کو ظہور کے لئے آپ کا وجود مسعود مشرق الانوار بنا۔ پس اس کی رو سے انت منی وانا منک کے معنی یہ ہیں کہ انت ظہرت من حضرتی (نازلاً الی الدنیا) وانا ظہرت واشرقت من مشرق وجودک مستویاً الی ھذہ السماء)

اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی بیان فرمودہ تفسیر مذکورہ بالا کے رو سے اس مِن کو تعلیلیہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ بلکہ حضور کے الفاظ سے تعلیل کے معنی زیادہ صفائی سے ظاہر ہوتے ہیں اس صورت میں اس کا ماحصل یہ ہوگا کہ انا علۃ ظہورک علی الناس وانت واسطۃ تجلی علیہم اور حرف مِن کا تعلیل کے لئے بکثرت استعمال ہونا کوئی محتاج ثبوت نہیں ہے۔ چنانچہ کتب نحو و لغت وغیرہ میں اسکے یہ معنی خوب کھول کھول کر بیان کیئے گئے ہیں۔ اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ اور نہ ہی ابتداء اور تعلیل میں کوئی تنافی یا تضاد ہے۔ بلکہ قاموس میں لکھا ہے کہ مِن کے اصل معنی ابتداء ہی کے ہیں اور باقی جس قدر معانی ہیں (جنہیں سے ایک تعلیل بھی ہے جس کو خود صاحب قاموس نے بتصریح بیان کیا اور اسکو ابتداء ہی کی ایک فرع قرار دیا ہے) وہ سب اسی کی شاخیں ہیں۔ اور کافیہ میں جو مِن کے صرف چار معنی بیان ہوئے ہیں اور ان میں تعلیل کا ذکر نہیں ہے اس سے بھی اس معنی کی نفی مقصود نہیں ہے۔ بلکہ اس سے یہ مقصود ہے کہ یہ چاروں معنی اصل ہیں اور باقی معانی انہی میں سے کسی نہ کسی کی فروع ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ باقی تینوں معانی میں سے کسی کا تعلیل کے ساتھ وہ تعلق نہیں ہے جو ابتداء کے معنی کا اسکے ساتھ تعلق ہے۔ پس کافیہ کے رو سے بھی ابتداء اور تعلیل میں نہ صرف کوئی منافات نہیں ہے۔ بلکہ تعلیل ابتداء ہی کا ایک شعبہ ہے۔

اور پھر خواہ اس جگہ مِن تعلیل کے معنوں میں آیا ہو یا ابتداء کے معنی کی کسی اور فرع کے ماتحت ہو بہرحال اس کا متعلق حضور کی اپنی تفسیر کی رو سے ظہور کا فعل ہی ہے۔ اور اگر حضور کی اپنی تشریح و تفسیر کو ملحوظ نہ بھی رکھا جائے اور صرف اہل زبان کے اطلاق اور استعمال کو دیکھا جائے تو بھی کسی معترض اور معاند کے لئے اس فقرہ کو کسی ایسے معنی پر محمول کرنیکا موقع نہیں مل سکتا اور اس مدعائے فاسد میں وہ کسی صورت میں بھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتا۔ اگر اسطرح کے فقرات ارباب علم اور اہل زبان لوگوں کے

محاورات اور استعمالات میں موجود نہ ہوتے تو شاید کسی جاہل کیلئے ضد کی گنجائش باقی بھی رہتی مگر اب تو کسی پہلو سے بھی کسی کیلئے عجائے دم زدن نہیں ہے۔ کیونکہ نہایت کثرت سے اس کا استعمال محاورات کُتب میں موجود ہے جن میں سے کسی میں ولآیت کے معنی ملحوظ ہیں۔ اور کسی میں موافقت وغیرہ کے۔ ولآیت کے معنی کیلئے دیکھو۔ سورہ توبہ کا نواںؔ رکوع جس میں یکجائی طور پر ایک طرف منافقوں کے باہمی تعلقات کا بیان ہوا ہے اور دوسری طرف مومنوں کے باہمی تعلقات کا۔ اور منافقوں کے متعلق یہ الفاظ ہیں کہ المنافقون والمنافقات بعضہم من بعض یأمرون بالمنکر وینھون عن المعروف اور اسکے بعد مومنوں کے متعلق یہ الفاظ ہیں کہ والمؤمنون والمؤمنات بعضہم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ اور اسطرح سے بعضہم من بعض کی تفسیر بعضہم اولیاء بعض کے ساتھ کر کے بتایا ہے کہ اس جگہ من کا متعلّق ولآیت کا فعل ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو فمن شرب منہ فلیس منی ومن لم یطعمہ فانہ منی میں بھی جو فعل یا شبہ فعل مقدر ہے وہ بھی ولایت ہی سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ اور ترمذی کی حدیث نبوی میں جو حضرت علیؓ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مروی ہیں کہ انّ علیاً منی وانا منہ وھو ولیّ کل مؤمنؔ ان سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ ایک حدیث میں حضرت علیؓ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کلمات طیّبات بھی مروی ہیں کہ انت منّی وانا منک۔ اور اشعری قبیلہ کے متعلّق بھی حدیث شریف میں آیا کہ ھم منی وانا منہم۔ اور مطابقت کے معنی کیلئے دیکھو عماس بن شماس شاعر صحابیؓ کا یہ شعر سے فان کنتِ منّی او تریدین صحبتی ۔ فکونی لہ کالسمن رُبّت لہ الادم۔ جسکی شرح میں لکھا ہے کہ یقال کان منہ اذا وافقہ۔ غرض یہ ایک عام محاورہ ہے جسکی وضع نہ تو رشتہ داری کے اظہار پر ہے۔ نہ ابوّت و بنوت کے لئے۔ بلکہ قرب محبّت وغیرہ کے تعلّق کو ظاہر کرنے پر۔ (جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیدا کرنا مومنوں کا مقصود و مطلوب جان ہے جیسا کہ آیت ان کنتم تحبّون اللہ فاتّبعونی یحببکم اللہ سے ظاہر ہے نہ قابل دبیزاری جس کا اظہار معترض نے کیا ہے)

اسکے بعد جاہل معترض لکھتا ہے کہ: "جو فقرات مرزائیوں کی طرف سے اس سوال کے حل کرنے میں مثال کے طور پر لائے جاتے ہیں۔ ان میں قائل اور مقول لہٗ کی جنسیت متحد نظر آتی ہے" اگر اسکے ان ظاہر الفاظ سے قطع نظر کیا جائے اور سیاق و سباق کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس فقرہ سے اس کا مقصود یہ ہے کہ انت منّی وانا منک میں من کا ماقبل اور مابعد متجانس نہیں ہیں۔ اور جس قدر اور عبارتیں اس فقرہ کے معنی کو ظاہر کرنے کے لئے احمدیوں کی طرف سے پیش

کی جاتی ہیں ان میں من کا ماقبل اور مابعد ہم جنس ہیں۔ جن کے ہم جنس ہونیکی بنا پر ان میں سے ایک کے دوسرے کی طرف حرف من کے ساتھ منسوب کرنا درست ہوگا لیکن **انت منی وانا منک** میں من کا ماقبل اور مابعد ہم جنس نہیں ہیں۔ اس لئے اس کی صحت کے ثبوت میں ان فقروں کو پیش کرنا بیسود ہے۔ بلکہ کوئی ایسا فقرہ پیش کرنا چاہیئے جس کی صحت ہمارے نزدیک بھی معتبر ہو اور اس میں حرف من کا استعمال اسی رنگ میں ہوا ہو اور اس کا ماقبل اور مابعد ہم جنس بھی ہوں۔ (لیکن جہالت کی وجہ سے اس نے من کے ماقبل اور مابعد کو یعنی اس کے متعلق کے مسند الیہ اور اس کے مدخول مجرور کو قائل اور مقول لہ سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ نہیں سمجھا کہ قائل اور مقول لہ کا تو ہر جملہ میں ذکر ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں آیت المنافقون والمنافقات بعضہم من بعض ہی کو دیکھو جس میں من کے ماقبل و مابعد میں سے نہ کوئی قائل ہے نہ مقول لہ کیونکہ اس قول کا قائل اللہ تعالیٰ ہے اور مقول لہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین ہیں۔ (ہاں اگر لفظ مقول لہ میں لام تبلیغ کا نہیں بلکہ حسب اصطلاح ابن حاجب یعنی عن اور مقول ابن مالک وغیرہ تعلیل کا قرار دیا جائے تو گو منافقین کو مقول لہم کہنا درست ہوگا مگر قائل تو کسی صورت میں منافق نہیں متصور ہو سکتے)

سو اس وہم کے ازالہ کے لئے اوّل تو میں معترض کو آیت من شرب منہ فلیس منی۔ اور حدیث ہم لیسوا منی ولست منہم ہی کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ جن میں لیس کے ساتھ نفی کی گئی ہے۔ (کیونکہ اگر اس من کے ذریعہ سے تجانس کا اثبات یا نفی کرنا ہی مقصود ہوتا تو اس صورت میں جہاں تجانس موجود ہوتا وہاں اسکی نفی کرنا خلاف بیانی اور کذب متصور ہوتا جیسا کہ انتفاء تجانس کی صورت میں اس کا اثبات کذب متصور ہوتا ہے چنانچہ اسی بات پر اس زیر بحث اعتراض کی بنا رکھکر یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو اور حضرت مرزا صاحب کو جو نفس الامر میں غیر متجانس ہیں ہم جنس قرار دیا گیا ہے۔ پس باوجود تجانس کے متحقق اور موجود ہونیکے قرآن کریم اور حدیث میں متجانسوں کے متعلق اس طور پر حرف من کا استعمال نفی کے ماتحت کم موجود ہونا صاف بتا رہا ہے کہ معترض کا یہ خیال سراسر باطل ہے۔ کہ اس اطلاق کی بنا تجانس پر ہے۔

علاوہ اسکے حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثلاث من لم تکن فیہ فلیس منی ولا من اللہ۔ قیل وما ہن یا رسول اللہ۔ قال حلم یرد بہ جہل۔ وحسن خلق یعیش بہ فی الناس وورع یحجزہ عن معاصی اللہ عز وجل۔ (معجم صغیر طبرانی)

مطبوعہ انصاری دہلی صفحہ ۱۴۶)۔ یعنی جس شخص میں حلم۔ حسن خلق۔ اور ورع نہیں وہ نہ مجھ سے ہے نہ اللہ تعالیٰ سے۔ جسکے یہ معنی ہیں کہ جن لوگوں میں یہ باتیں موجود ہوں وہ سب کے سب اللہ میں سے اور اسکے رسول میں سے ہوتے ہیں۔ اب یا تو یہ نادان معترض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اپنی سیاہ دلی اور کور باطنی کی وجہ سے وہی فتویٰ لگائے جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر لگایا ہے۔ اور یا پھر خدا تعالیٰ سے خوف کرکے اور اپنے بد انجام سے ڈر کر ایسی باتوں سے باز آئے ؎

معترض مذکور نے اپنے اس اعتراض کے ضمن میں اور بھی بہت سی صورتوں میں اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ لیکن چونکہ انکا نفس مسئلہ سے چنداں تعلق نہیں ہے اس لئے ان کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہ سمجھ کر ان کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ فقط

عشرہ کاملہ کے پٹیالوی مؤلف کا کھلا کھلا کذب و افتراء
کیا ایسا شخص قابل جواب ہے؟

آجکل ایک کتاب سلسلہ احمدیہ کے خلاف عشرہ کاملہ کے نام سے پٹیالہ میں شائع ہوئی ہے۔ مؤلف کوئی محمد یعقوب نام ہے۔ اس کتاب کی پشت پر بڑے بڑے "مولانا" بیان کیئے گئے ہیں۔ از انجملہ عمدۃ الکاملین زبدۃ العارفین فخر المحدثین رأس المناظرین (ناظرین گھبرائیں نہیں ابھی نام آتا ہے) سیدو مولا حضرت اقدس مولانا الحاج مولوی (بس اب نام آیا) خلیل احمد ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔

یہ کتاب کہاں تک کذب و بہتان کا پلندہ ہے میں صرف ایک ہی مثال دونگا۔ اور اسکے بعد دیانتدار ناظرین کرام سے دریافت کرونگا کہ آیا مذہبی دنیا میں بے ایمانی اور دیدہ باتی کی اس سے بدترین نظیر کوئی مل سکتی ہے اور آیا ایسی کتاب اس قابل ہے کہ ایک منٹ کے لئے بھی اسکی طرف توجہ کی جائے اور اس کے جواب پر وقت ضائع کیا جائے اگر اخلاق اس درجہ گر گئے ہیں۔ اور مسلمانوں کا معیار شرافت اتنا گھٹیا ہے تو پھر چالیس ایسے ایسے مولانا جس کی ایک نظیر اوپر دی ہے تصدیق فرمادیں یا چالیس معتبرین جن کا اپنے اپنے علاقے یا قوم پر اثر و رسوخ ہے کہ محمد یعقوب ہمارا نمائندہ ہے تو اس کتاب کا جواب ہم چالیس یوم کے اندر شائع کر دینگے یا ایک جلسہ بشرائط مقررہ قائم کریں اس میں تمام جواب دے دیا جائے گا۔

اب میں عشرہ کاملہ کی ایک عبارت نقل کرتا ہوں۔ اسے غور سے پڑھیئے۔

"ہندوستان کی مشہور درگاہوں سرہند۔ اجمیر۔ پیران کلیئر وغیرہ میں ان حضرات سے

معتقدوں نے مکان کا کچھ حصہ بہشتی گلی وغیرہ کے نام سے موسوم کیا ہے جاہل لوگ سمجھتے ہیں کہ اس جگہ سے گذرنا بہشتی بنا دیتا ہے جو بروئے شرع شریف بالکل بے اصل اور لغو بات ہے لیکن عام خیالات کو وزن کرکے مرزا صاحب نے بھی اس مجرب نسخہ کا استعمال کیا اور رسالہ الوصیت میں ایک بہشتی مقبرہ کا اعلان کیا اور اس میں لکھا کہ جو شخص اسلامی خدمات کیلئے بہشتی مقبرہ کے نام پر اپنی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کا دسواں ۱/۱۰ حصہ وقف کریگا۔ اسکو اس مقبرہ میں (دفن ہونیکی) جگہ ملیگی۔ اور وہ بہشتی ہوجائیگا۔ اس اعلان پر دھنا دھن روپیہ برسنے لگا چنانچہ ۱۹۰۶ء میں اس مقبرہ پر تین ہزار روپیہ صرف کیا۔ اور ۱۹۰۷ء کے لئے گیارہ ہزار کا مطالبہ ہوا۔ اور صاف لفظوں میں اعلان کیا گیا۔ کہ جو کوئی اس مقبرہ میں مدفون ہوگا بہشتی ہوجائیگا اب غور کا مقام ہے کہ کیا اس اعلان سے کل انبیائے کرام خصوصاً حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی سخت تکذیب و توہین نہیں ہے۔ کہ صرف دسواں حصہ جائیداد دیکر جو وہاں دفن ہوا۔ بہشتی ہوگیا۔ خواہ اعمال کی کچھ ہی حالت ہو۔ کجا مکہ مکرمہ۔ مدینہ طیبہ۔ بیت المقدس۔ سب اس شرف سے محروم رہے ہیں ''

مندرجہ بالا عبارت میں اس شخص نے نہایت افترا پردازی سے کام لیتے ہوئے مندرجہ ذیل فقرات حضرت اقدس سے منسوب کیئے ہیں :-

(۱) '' جو شخص اسلامی خدمات کیلئے بہشتی مقبرہ کے نام پر اپنی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کا دسواں حصہ وقف کریگا۔ اسکو اس مقبرہ میں (دفن ہونے کی) جگہ ملے گی اور وہ بہشتی ہوجائے گا ''

(۲) '' اور صاف لفظوں میں اعلان کیا گیا کہ جو کوئی اس مقبرہ میں مدفون ہوگا بہشتی ہوجائیگا ''

حالانکہ تمام الوصیۃ بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کی کسی کتاب۔ کسی رسالے کسی تحریر کسی تقریر کسی ڈائری میں یہ فقرات موجود ہیں۔ نہ اس مفہوم کے فقرات۔ کھلا کھلا بہتان صریح کذب اور صاف افترا ہے۔ ناظرین کرام صفحہ ۲۰ الوصیۃ ملاحظہ فرمادیں وہاں حضرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں :-

'' اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ صرف اس قبرستان میں داخل ہونے سے کوئی بہشتی کیونکر ہوسکتا ہے کیونکہ یہ مطلب نہیں۔ کہ یہ زمین کسی کو بہشتی کردیگی بلکہ خدا کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ صرف بہشتی ہی اس میں دفن کیا جائے گا ''

اس عبارت کی موجودگی میں کیا کوئی ایماندار انسان کہہ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ صاف لفظوں میں اعلان کیا ہے کہ جو کوئی اس مقبرہ میں مدفون ہوگا بہشتی ہوجائیگا۔ اور کیا یہ درست ہے۔ کہ مقبرہ بہشتی

کی مثال اجمیر و پیران کلیر کی سی ہے "بہشتی گلی کی نسبت لوگ سمجھتے ہیں کہ اس جگہ سے گذرنا بہشتی بنا دیتا ہے" حالانکہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو سچا اور صاف مسلمان ہو"

پس اس کی مثال بہشتی گلی۔ بہشتی دروازے کے ساتھ کس طرح منطبق ہو سکتی ہے اور یہ لکھنا کیا ایمانداری ہے "جو وہاں دفن ہوا بہشتی ہو گیا خواہ اعمال کی کچھ ہی حالت ہو" (صفحہ ۱۶۹) پھر یہ بھی استفسار طلب کہ جائداد کا دسواں حصہ جو اس بات کے ثبوت میں طلب کیا گیا ہے۔ کہ دفن ہونیوالا اپنا مال فی سبیل اللہ اشاعت اسلام کے لئے خرچ کرنے کو تیار تھا اس کا حضرت مسیح موعود سے کیا تعلق ہے یہ مال تو ایک انجمن کے سپرد کرنے کا ارشاد ہے اور اس کا باضابطہ و باقاعدہ حساب کتاب ہے حضرت مسیح موعود یا ان کے خاندان نے اپنی ذات کے لئے کبھی اس سے کچھ نہیں لیا۔

چین میں اسلام

چین میں رپوٹوں کے لحاظ سے آٹھ دس کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ اور سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں چین میں رسول اللہ صلعم کے زمانہ ہی سے اسلام پھیلنے لگا تھا۔ سرور کائنات نے خود اپنے صحابہ میں سے ابو وقاص اور ابو نواس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تبلیغ کے لئے بھیجا تھا۔ حضرت ابو نواس رض راستہ ہی میں انتقال فرما گئے۔ مگر حضرت ابو وقاص رض بن وہیب بن عبد مناف چین پہنچ گئے۔ اور وہاں بہت کام کیا۔ یہ ۲ھ میں پہنچے تھے۔ اور چین کے شہر "کونتو" میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کا مقبرہ اب تک وہاں موجود ہے۔ اور ایک شہنشاہ چین نے متعدد پتھر کی چٹانوں پر انکے اوصاف کندہ کرائے تھے۔ جو اب تک بھی موجود ہیں۔ اور چینی زبان میں اسلامی لٹریچر بھی آ چکا ہے۔ "سیر النبوی" "جوہر الدین" "حجۃ الارکان الاسلام" چینی زبان کی مشہور مذہبی کتابیں ہیں۔

چین میں ذرا بھی مذہبی جبر نہیں۔ اور جس طرح قرآن مجید کا حکم ہے۔ لا اکراہ فی الدین بالکل اسی معنی کا ایک قانون چینی دستور میں موجود ہے چین کے عدالتی اور دیگر محکموں میں مسلمان بھی شامل کیے جاتے ہیں۔ "کنفیوشس" بدھ اور اسلام میں ملازمتوں کے معاملہ میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ سب اپنی اپنی قابلیت کے مطابق محکموں میں عہدے حاصل کر سکتے ہیں۔ چین کے کنفوشیوس مذہب والے اور نیز بدھ مذہب لوشت کھاتے ہیں۔

ترکوں کا اسلام

زمانہ حال کا ترک کچھ عرصہ پہلے شاید اسلامی یا ایشیائی خیالات کی حمایت کرنے والا ہوا ہوگا۔ مگر اب وہ ویسا ہرگز نہیں ہے۔ اعلیٰ خاندان ترکی کی لڑکیاں گانا بجانا سیکھنے کی کوشش کرتی ہیں۔ گورنمنٹ کی طرف سے مدد یافتہ ایک انسٹیٹیوشن ہے جس میں گانا بجانا سکھایا جاتا ہے۔ سوائے اس کے نفع نہیں کہ وہ ایکٹر مردوں اور عورتوں کے لئے ٹریننگ کالج ہے۔ ترک کھلم کھلے طور پر شراب پیتا ہے۔ اور اپنے گھرانے کی عورتوں کو بھی شراب کے پیالے میں حصہ لینے کی ترغیب دیتا ہے۔ پبلک ناچ گھر ٹرکش سوشل زندگی کا حصہ بن گئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ترک نے ایک عزم اور ارادے کے ساتھ اپنا رخ مغرب کی طرف پھیر لیا ہے۔ (سید سجاد حیدر)

المقتبسات والملتقطات

یورپ اور اسلام

مسئلہ طلاق اور انجیل

علاقہ ڈرہم کے بشپ ڈاکٹر ہنسن نے ایک بھاری جلسہ میں کہا کہ "ہم قانون کے مصائب سے بچنے کے لئے اس کی ترمیم اس لئے نہیں ہونے دیتے کہ ایسی ترمیم جناب مسیح کے ایک فقرے کے خلاف پڑیگی۔ یہ فقرہ تو اس کتاب میں ہے کہ جس کی صحت پر بھی ہمیں شبہ ہے۔ اور پھر اگر جناب مسیح آج ہوتے تو حالات موجودہ کو دیکھ کر جو کچھ فرماتے زیادہ عقل سے کام لیکر فرماتے"۔

الوہیت مسیح کے متعلق ایک بشپ کے خیالات

(۱) جناب مسیح جسماً۔ روحاً۔ عقلاً۔ اور قوت ارادی کے رو سے انسان تھے۔ اور خدا ہرگز نہ تھے۔ (۲) جناب مسیح کے منہ بولے الفاظ سے آپکا خدا کے ساتھ رشتہ انسان اور خدا کا پایا جاتا ہے۔ کچھ فقرے جو چوتھی انجیل میں اس رشتہ سے آگے چلتے ہیں۔ لیکن وہ انجیل ہی معتبر نہیں (۳) جناب مسیح کے معجزات یا اُن کی ولادت مخصوصہ تاریخاً صحیح مان لی جائے۔ تو بھی اس سے وہ خدا نہیں ٹھیرتے (۴) جناب مسیح کی روح ازلی۔ ابدی نہ تھی۔ ہاں اگر اور لوگوں کی روحیں بھی ازلی۔ ابدی تسلیم کرلیجاویں تو بھی سہی۔ (۵) جناب مسیح کے معاصر بعض غلطیوں میں پڑے ہوئے تھے۔ مثلاً انہوں نے بعض دماغی بیماریوں کا نام آسیب جن رکھا ہوا تھا..... اور جناب مسیح بھی ان غلطیوں میں پڑے ہوئے تھے۔ جناب مسیح کو آیندہ کے متعلق کچھ توقعات بھی تھے لیکن تاریخاً وہ ثابت نہیں۔ مراد یہ ہے کہ جناب مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں (ڈاکٹر راشدل بشپ آف کارلائل)

اسلامی پردہ اور موجودہ یورپ

وہ دن گئے جب ہم اسلام پر منہ چڑاتے تھے۔ اسلام کے بعض محاسن ایسے ہیں کہ اگر ان کی پیروی کریں تو مسلم لوگ غیرت رکھتے ہیں۔ وہ اپنی عورتوں کا بے محابا پھرنا پسند نہیں کرتے۔ اگر ہم بھی اُن کے پردے کی پیروی کریں۔ تو یہ نظارہ عورتوں کا نہ ہو جو ہم انگلستان میں دیکھتے ہیں ۔ (ڈیلی میرر انگلستان کا روزانہ اخبار)

عورتوں کی حیثیت عیسائیت میں

مندرجہ ذیل اقتباسات اس حقیقت کو ظاہر کریں گے

(۱)

عموماً اس رائے کا اظہار پے درپے کیا جاتا ہے۔ کہ عورت کی موجودہ اعلیٰ حیثیت عیسویت اور دیگر اقوام مغربی

کے علم و عقل کا نتیجہ ہے۔ لیکن واقعات پر ایک ناقدانہ نظر ڈالنے سے عہد عیسویت کی پہلی تین صدیوں کے اندر اس تغیر کا کچھ پتہ نہیں ملتا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ عیسائیوں کے ہاں عورت کی حیثیت بہت کم اور اس امر کے متعلق خیالات بہت مبتذل اور گھنونے تھے" (ڈوسن)

(۲)

"بیشک بھوت کی سرشت میں سخت تندی اور افعی کی طبیعت میں سخت مکاری ہوتی ہے۔ لیکن عورت ان دونوں کی جامع ہوتی ہے۔ (سینٹ گریگری)

(۳)

"اگر تمہارا ایمان ایسا ہی غیر متزلزل اور مستحکم ہو۔ جیسا کہ اس کا ابدی اجر۔ تو اے میری عزیز بہنو! تم میں سے کوئی بھی جس کو اپنے نفس کا اور اپنے محبت کرنیوالے خداوند کا علم ہو۔ خوشنما لباس زیب تن کرنا پسند نہیں کریگی۔ بلکہ وہ چیتھڑوں کو موجب صد زیب و زینت سمجھیگی۔ اور خاک اور دھول سے آلودہ تن رہنا اپنے لئے باعث عزت خیال کریگی۔ گویا وہ حوا ہے۔ جو اپنے کیئے پر نادم اور اندوہگین ہے" (ٹرٹولین)

(۴)

"میں نے تمام لوگوں کے اندر عصمت اور پاکدامنی کی تلاش کی جو ان کے لئے واجبی ہے۔ لیکن یہ متاع بےبہا مجھے کہیں نظر نہ آئی۔ البتہ ایک شخص کو ہزاروں مردوں میں سے ایک عدد پاکدامن مل سکیگا۔ لیکن عورتوں میں سے ایک بھی نہیں ملیگی" (سینٹ تھامارکس)

ہندو مذہب کے مختلف فرقے

ان مذاہب نے اپنے اپنے مذہب کو مذہبی کانفرنس کو جس طریق پر پیش کیا اس کا اقتباس درج ذیل ہے:-

ہندو مذہب ہندو مذہب نے خدا تعالیٰ اور کائنات کو اعلیٰ سے اعلیٰ فلسفیانہ پرواز سے لیکر نہایت ادنیٰ ترین عملیات تک، تمام قسم کے خیالات کو رواداری کی نظروں سے دیکھا ہے۔ ہندو مذہب کی جامع و مانع تعریف کرنا جو سب کے لئے قابل قبول ہو بہت مشکل امر ہے۔ انھوں نے بتایا کہ ایک عامی آدمی کے لئے یہ مشکل ہے کہ وہ ہندو مذہب کی عالمگیر تعلیم کو سمجھ سکے۔

بُدھ مذہب بُدھ مذہب میں قوانین قدرت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور کوئی شخص جو اس اظہار سے تسلی یافتہ نہ ہو۔ بدھ مذہب کا پیرو نہیں ہوسکتا۔ اس پرچہ میں صحیفہ فطرت کی تین باتوں کا ذکر کیا گیا ہے:۔

(۱) بار بار بدلتے رہنا۔ (۲) ایک چیز کی دوسری چیز سے ناموافقت (۳) تمام وہ باتیں جو ہمارے ذہن میں آتی

ہیں۔ ان کا بے حقیقت ہونا۔

ناموافقت کی صورت انسان کے احساس اور ادراک سے پیدا ہوتی ہے۔ ان تینوں باتوں (تلون۔ یا ناموافقت۔ اور بے حقیقتی) سے بچنے کے لئے ہمیں احساس یا ادراک کی طاقت کو کم کرنا چاہیئے۔ یہی اپنے آپکو مارنا بدھ مذہب کا نصب العین یا نروان ہے۔

زرتشتی مذہب اللہ تعالیٰ کو پارسی مذہب میں اہنوز امزدا (خدائے دانا) سمجھا جاتا ہے روشنی اور ظلمت دونو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اور آگ اس کا ظاہر نشان ہے۔

زرتشتی مذہب میں یہ سکھایا گیا ہے۔ کہ انسان کی اعلیٰ غرض اور نصب العین الگ تھلگ اور گیان دھیان کی زندگی سے حاصل نہیں ہوتا۔ انسان اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ کمال تک اس طرح پہنچ سکتا ہے۔ کہ وہ دنیا میں رہے اور غرباء اور محتاجوں کی خدمت کرے۔ روحانیت کی ترقی پارسی مذہب کا نصب العین ہے لیکن بیکاری اس سے مراد نہیں۔ زرتشت کے دعاوی خالصتہً عقل پر مبنی تھے۔ اور کسی اعجازی طاقت کا دعوی انہیں نہ تھا۔ اخلاق کے متعلق زرتشتی مذہب میں جو تعلیم دی گئی ہے۔ وہ تکمیل کے لحاظ سے اس پایہ کی ہے جیسے کسی دوسرے مذہب کا اخلاقی ضابطہ۔ وہ کسی دوسرے مذہب کے اخلاقیات کے لئے مضر نہیں ؛

جین مت اس کی سب سے بڑی تعلیم یہ بتائی گئی۔ کہ تمام زندہ چیزوں کو ضرر پہنچانے سے احتراز اعلیٰ ترین مذہب ہے۔

ان کے نزدیک نباتات حیوانات اور انسان اور ایسا ہی شیطان اور ملائکہ ہمیشہ ہوتے رہے ہیں اور ہمیشہ رہینگے۔ ایسا ہی نجات یافتہ روح اپنی اعلیٰ ترین حالت میں۔ اور رحمت و برکت اور غیر فانی ہونا۔ ایک دائمی حقیقت ہے۔ اس آخری حالت تک ہم صرف اسی صورت میں پہنچ سکتے ہیں کہ ضرر رسانی سے بچنے کی کوشش کی جائے۔ اور یہ بے ضرر رسانی کی حالت غصہ اور جذبات کو دبانے اور دور کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جین مت میں انسان کے اوضاع و اطوار کے قوانین محبت۔ رحم۔ مہربانی شفقت۔ باہمی احساس اور ہمدردی پر مبنی ہیں۔ جینی لوگ لازمی طور پر گھاس خور ہیں ؛

برہمو سماج سماج کی بنیاد ۱۸۲۸ء میں راجہ رام موہن رائے نے رکھی تھی۔ ویدوں کے غیر محرف و مبدل ہونے کا خیال ترک کر دیا گیا۔

اس سماج کی تعلیم ہے کہ انسان کی مذہبی حالت ترقی پذیر ہے۔ برہمو سماج والوں کا یہ عقیدہ نہیں کہ

ہر مذہب میں صداقتیں مل سکتی ہیں۔ بلکہ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ تمام مذاہب جو دنیا میں قائم ہیں۔ صحیح اور سچے ہیں۔ وہ ایک ہی بزرگ و برتر ہستی یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اوتاروں پر ان کا ایمان نہیں۔ روح کے غیر فانی ہونے اور اس کی ترقی پذیر حالت پر ان کا ایمان ہے۔ اور اس دنیوی زندگی کے بعد ایک اخروی زندگی کو بھی وہ مانتے ہیں۔ جس میں حالت اور اک موجود ہوگی۔ خدا سے محبت اور اس کے کام کرنے میں اس کی عبادت بھی شامل ہے۔ اخلاقی صداقت دانائی کا حصول۔ مخلصانہ احساسات کا پیدا کرنا ان کے رسوم و رواجات ہیں۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے پیغمبر ایک روحانی سلطنت کے بنانیوالے ہیں۔ اور ان سب کے آگے وہ سر اطاعت خم کرتے ہیں ؛

ایک افریقن پیغمبر

یہ شخص ۳۱۳ھ میں شہر طیطوان کے قریب کوہستان حامیم میں مغربی افریقہ کے بنی عمارہ میں ظاہر ہوا۔ اس نے گو کہ اپنے مذہب کی بنیاد شریعت اسلامیہ پر رکھی تھی مگر انہیں خوب خوب قطع و برید بھی کی۔ اور بہت کچھ رد و بدل کر دیا تھا۔ چنانچہ پانچ نمازوں میں سے فقط دو باقی رکھی تھیں۔ فجر کی اور مغرب کی۔ مگر ان کے اوقات عین طلوع و غروب کی گھڑیاں رکھیں جس وقت اسلام میں نماز ناجائز ہے۔ ماہ رمضان میں روزوں کی فرضیت ساقط کر کے آخر رمضان کے فقط تین یا دس روزے باقی رکھے تھے۔ ان کے علاوہ شوال میں دو دن ہر چہار شنبہ کو صبح سے دوپہر تک۔ اور ہر جمعرات کو پورے دن کا روزہ فرض تھا۔ ان احکام سے جو خلاف ورزی کرے اس کے لئے پانچ بکریوں یا بھیڑوں کا کفارہ مقرر تھا۔ حج۔ غسل اور وضو کی ضرورت نہیں باقی رکھی تھی۔ سؤر کا گوشت حلال کر دیا تھا۔ مچھلیوں کی نسبت حکم تھا کہ مویشیوں اور چڑیوں کی طرح ذبح کی جائیں۔ غیر مذبوح مچھلی حرام تھی۔ تمام چوپاؤں اور طیور کے سر اور طیور انڈے بھی حرام تھے۔ آخر ۳۱۹ھ یا ۳۲۹ھ میں شہر طنجہ کے قریب اس سے اور مصمودہ لوگوں سے جو لڑائی ہوئی تھی اس میں مارا گیا۔ علامہ ابن خلدون اسکے مارے جانے کا سال ۳۱۵ھ بتاتے ہیں ؛

فیج اعوج کے مزخرفات لایعنی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے سے پہلے فیج اعوج کے لوگ کن مزخرفات میں مبتلا تھے اسکی ایک مثال دلگداز کے مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر ہے دراصل صحابیؓ نبی کریمؐ کو دیکھنے کا شوق تھا جو اس قسم کے

قصے تراشنے پر مجبور کرتا۔ مگر آہ جب نبی کریمؐ بروزی رنگ میں ظاہر ہوئے اور صحابہ کرامؓ کا دور دورہ ہوا تو یہ لوگ اوّل کافر یہ ہو گئے بہرحال وہ دلچسپ کہانی خواجہ رتن ہندی کے متعلق ملاحظہ ہو:۔

"علامہ ابن حجر فرماتے ہیں میں عمر بن محمد ہاشمی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک تحریر دیکھی جسمیں اپنے سلسلۂ روایت سے وہ لکھتے ہیں شریف موفق الدین علی بن محمد خراسانی ہروی سنہ ۶۰۰ھ ماہ جمادی الاولیٰ میں ہندوستان گئے وہاں سنا کہ اطراف دہلی کے ایک گاؤں میں ایک بڑی عمر والے بزرگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ اور ایک مغربی شخص دونو اُن سن رسیدہ بزرگ کی زیارت کو گئے۔ سامنے جاکے سلام کیا تو انہوں نے پوچھا "کون ہو؟" میں نے کہا۔ خراسان کے شہر ہرات کا رہنے والا سید اولاد حسینؓ بن علیؓ کی اولاد سے ہوں۔ اور یہ میرے ساتھ ایک ملک مغرب کے رہنے والے ہیں۔ سن کر کہا "حیرت کی بات ہے کہ میں نے تمہارے دادا رسول اکرم صلعم کو گود میں لیا تھا" میں نے پوچھا آپ کی کتنی عمر ہے؟ "کہا سات سو برس کی" میں نے کہا تو آپ رسول اللہ صلعم سے بھی پہلے موجود تھے؟ "کہا ہاں میں عیسیٰ مسیح کی اُمت میں تھا۔ اور رسول اللہ صلعم کو نبی ہونے سے پہلے گود میں لیا تھا جبکہ وہ چھوٹے لڑکے تھے" ہم نے مشرح حالات دریافت کیئے تو کہا مجھے خبر ملی کہ حجاز میں محمد صلعم سب سے پچھلے پیغمبر ہیں جہاز میں سوار ہو کے تین بار روانہ ہوا۔ اور تینوں مرتبہ جہاز تباہ ہو گیا۔ مگر خدا نے مجھے بچا لیا۔ پھر چوتھی بار گیا تو جدہ تک پہنچ گیا۔ وہاں جہاز سے اُتر کے مکہ کی راہ لی۔ بیچ راہ میں تھا کہ پانی برسا اور وادیاں بہ نکلیں۔ وہاں ایک لڑکے کو دیکھا کہ اُسکے اور اُسکے اونٹوں کے درمیان ایک ندی حائل ہے۔ اور وہ اپنے اونٹوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ میں نے اُسے گود میں اُٹھا کے ندی کے پار پہنچایا اسپر اُس نے خوش ہو کے تین بار کہا خدا تمھاری عمر میں برکت دے۔ اور اسکے بعد میں مکہ میں گیا۔ ایک مدت تک وہاں رہا۔ مگر نبی صلعم کا کہیں سراغ نہ لگا۔ اور اپنے وطن میں واپس چلا آیا تیس یا کتیس سال گھر میں رہا تھا کہ نبی صلعم کے حالات سنے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ مکہ سے مدینے تشریف لے گئے تب میں نے پانچواں سفر کیا اور وارد مدینہ ہوا۔ آپ کو محراب میں بیٹھا پایا۔ سلام کرکے پاس بیٹھ گیا۔ آپنے پوچھا "کہاں سے آئے ہو؟" عرض کیا "ہندوستان سے" فرمایا "تم ہی ہو جنہوں نے مجھے مکہ اور جدہ کے درمیان گود میں اُٹھا کے .. .. ندی کے پار پہنچایا تھا۔ اس وقت میں لڑکا تھا؟" میں نے کہا "بیشک" فرمایا "خدا نے تمھاری عمر میں برکت دی" پھر میں مسلمان ہوا اور بارہ دن تک آپکے ہمراہ رہا۔ آپ ہی کے ساتھ کھانا کھایا۔ اور وطن میں واپس آیا۔ اور یہاں اس ڈالی کے درخت کے نیچے سکونت اختیار کر لی۔ اس کے بعد شیخ رتن نے ہمارے لئے کھانا منگوایا اور ہمارے

ساتھ بیٹھ کر تین نوالے خود کھائے۔

سیّد صاحب فرماتے ہیں طلوع آفتاب سے عصر کے وقت تک مَیں اُن کے پاس رہا۔ اور دیکھا کہ بیٹھنے میں وہ زمین سے تین ہاتھ اونچے رہتے ہیں۔ ۱۲۶۱ھ میں اُنہوں نے انتقال کیا۔

زندہ مذاہب

(اپنے رسالہ ریویو آف ریلیجنز۔ لنڈن کے پہلے نمبر سے ترجمہ)

"زندہ مذاہب کون سے ہیں۔ مذاہب کی زندگی کو پرکھنے کے لئے ہمیں کیا کسوٹی میسّر ہو سکتی ہے" یہ سوال ہے جو مسٹر وکٹر برانڈ فورڈ نے اپنی سب سے آخری تصنیف "زندہ مذاہب" میں بیان کرنا چاہا ہے۔ ابتداءً آپ نے ہندوازم کا خاکہ کھینچنے سے کی ہے جسکو وہ مشرقِ اعظم کے مذاہب کی ماں کے نام سے پکارتے ہیں۔ اور اُس میں کچھ اُن تبدیلیوں کا ذکر کرنے کے بعد جو اسکو موجودہ ضروریات کے ساتھ زیادہ توافق دینے کے لئے کی گئی ہیں۔ آپکو عیسائیت پر بھی اسی غرض کے لئے عملِ تجدید دکھائی دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں۔ کہ مشرق اور مغرب کے زندہ مذاہب کے خود آپس میں اور سائنس سے تعاون کے ذریعے سے وسیع تجدیدِ عالم کی موجودہ تہذیب کی ترقی کا باعث ہے۔ آپ آخر میں لکھتے ہیں کہ زندہ مذاہب وہ ہیں جو اسطرح کی تجدید کیلئے کھلے ہوں۔ یا یوں کہو کہ زندہ مذاہب وہ ہیں۔ جو نیچر کی پرستش کے لا بدی خواص بشریت کی تمدنی قابلیتوں اور سائنس کی روز افزوں صداقتوں کے مخلوط کرنے سے روحانی تقویت حاصل کرنے کے لئے کھلے ہوں۔

کیا ہم ریوک سو سٹیلا جی کے قابل مشرّح سے یہ درخواست کر سکتے ہیں کہ وہ مذہب۔ نیچر۔ عبادت ہندوازم۔ عیسائیت۔ اور سائنس اصطلاحات کی تشریح فرما دیں۔ کیونکہ ہر شخص ان اصطلاحات کی طرف اپنے خاص معانی منسوب کر سکے جو چاہے ۔ ثابت کر سکتا ہے اور امید کر سکتا ہے محض اصطلاحات اور لفاظی انسانی روح کی گہری تمناؤں کی تسلّی نہیں کر سکتیں۔ اس لئے ایک وہمی خوشی تیار کر لینے سے قبل ہمیں اپنے خیالات کو اچھی طرح قیاس کر کے اپنے پاؤں تلے کی زمین کو محسوس کر لینا چاہیئے۔ مبادا کہ تمام امید کی عمارت ریت بھی بُنیاد پر تعمیر ہو جائے۔

قدرتی ترتیب اس مضمون پر قلم اُٹھانے کی ہمارے نزدیک یہ ہو سکتی ہے۔ کہ پہلے مذہب کے مطالب اور مقصد کو سمجھا اور بیان کیا جائے۔ اور پھر اس کے ضروری اجزا یا عناصر کو چُن لیا جائے۔ تاکہ صحیح طور پر یہ پتہ لگے کہ دراصل اسکی حیات کی کیا حقیقت ہے۔ اسکے بعد دنیا کے مختلف ضروری عقائد و خیالات کی وضاحت اور معائنہ کیا جائے۔ ایسے سلسلے جنہیں مذہب کا نام نہیں دیا جا سکتا انہیں جُدا کر دیا جائے۔ باقی جو رہے ان کی حیات پر کچھ لکھا جائے۔

تب آسانی سے معلوم ہوگا کہ اُن میں سے کونسا واقع میں زندہ مذہب کہلانے کا مستحق ہے۔ مشرق کا ام المذاہب یعنی ہندوازم تو شاید یکدم ہی مذاہب کے سٹیج سے غائب ہوجائیگا۔ اور اس طرح مسٹر وکٹر برانڈ فورڈ کو اس کے پرمحنت مطالعہ سے نجات ملجائے۔ کیونکہ ہندوازم کو مذہب کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ چنانچہ آجتک اس کی کوئی بھی وضاحت نہیں کرسکا۔ البتہ جہالت سے "ہندو" بدھوں۔ سکھوں اور مسلمانوں میں سے بنائے جاسکتے ہیں۔ لیکن جو اس لفظ سے واقف ہیں۔ وہ اس کے مطلب کو بھی جانتے ہیں۔

ایک شخص یا ایک گروہ کے خیالات کو جو کسی مقدس کتاب سے اخذ کرلیئے گئے ہوں۔ وہ مذہب نہیں کہا جاسکتا جو صاف طور پر ایک ایسے مجموعۂ عقائد۔ مسائل۔ اصول اور تعلیم کی توضیح کرے۔ جو خود خدا کی طرف سے نازل کیئے گئے ہوں۔ کتب کی جو لایعنی اور بے جوڑ تشریحیں کی گئی ہیں۔ جن کی خود کتاب کی عبارت بھی غیر متحمل ہے۔ ان کو بھی زیر غور نہیں لانا چاہیئے۔ خواہ ایسا کرنے والے کیسی ہی اعلیٰ حیثیت کے لوگ ہوں۔ ان کو اتنا حق ہے کہ وہ مذہب سے غیر متعلق خود خیالات کا ایک نیا سلسلہ جاری کریں۔ لیکن تاوقتیکہ وہ خدا کی طرف سے الہام کیئے گئے ہوں ان کے ایسے خیالات کو یہ نہیں مانا جاسکتا کہ انہوں نے اس مذہب کو تقویت پہنچائی۔ جسکے وہ ترجمان کہلاتے ہیں۔ ہر خیال جو انسان کے دماغ میں آتا ہے۔ الہام نہیں ہوتا۔ وہ خدا کا قول ہوتا ہے۔ جو براہ راست انسان پر نازل ہوتا ہے۔ پس یہ کہنا بجا نہیں کہ مذہب زندہ وہ ہے جو تجدید کے لئے کُھلا ہو۔ الا بصورتیکہ اس کی خود خدا کی طرف تجدید ہو۔ نیا بنا لینا تو درکنار انسان کسی مذہب کی ترمیم بھی نہیں سکتا۔

انسان کا بنایا ہوا مذہب قابلِ اعتماد نہیں ہوسکتا۔ سچّا مذہب خدا ہی کا بھیجا ہوا ہوسکتا ہے۔ البتہ اتنا ہوسکتا ہے کہ انسان فلسفہ بیانی۔ قوانین سازی۔ اور قیاس اور خیالات کا ایک سلسلہ جاری کرے لیکن یہ کافی نہیں۔ تمام دنیا کے اعلیٰ ترین دماغ ملکر بھی بغیر خدا کی امداد کے ایک مکمل مجموعۂ قوانین اخلاق اور ایک نیا مذہب انسان کے لئے اور اس کی ہر زمانے کی ضروریات کے مطابق نہیں بنا سکتے جسطرح کہ روشنی آسمان سے ہی آیا کرتی ہے اور اپنی چمک زمین پر پھیلا دیتی ہے۔ اسی طرح حقیقی ہدایت کی روشنی بھی آسمان سے ہی آتی ہے۔ ڈھکل بازی سے تو انسان اُس علمِ روحانی کے منبع تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیا گُھپ اندھیرے میں تمھاری آنکھ کوئی کام دے سکتی ہے۔ اگر دے سکتی ہے۔ تب تو محض عقل ہی تم کو خدا کی کامل پہچان تک لے جاسکتی ہے۔ پر حقیقی خدا وہ خدا نہیں جس کے ہونٹوں پر مُہر لگی ہوئی ہے۔ اور جو اس وجہ سے ہمیں چھوڑ دینے پر مجبور ہے کہ ہم اس کی ہستی کے متعلق خود ہی اپنی ڈھکل بازی سے کام لیں۔ نہیں۔ زندہ اور کامل خدا ہمیشہ اپنی ہستی کے متعلق روشن نشان دکھاتا رہا ہے۔ اور اس نے موجود نسلِ انسانی کو بھی

ایسے نشان بخشنے چاہیے۔ وقت آگیا ہے کہ آسمان کے دروازے کھل جائیں۔ اور پو پھٹنے لگی ہے۔ خوش بخت ہیں وہ جو جاگ پڑتے ہیں۔ اور سچے خدا کو تلاش کر لیتے ہیں۔ وہ خدا جس پر کوئی بلا غالب نہیں آسکتی۔ جس پر مرورِ زمانہ کوئی اثر نہیں ڈال سکتا۔ اور جس کے جلال کی چمک کبھی مدھم نہیں پڑ سکتی۔ قرآن کریم میں فرماتا ہے "خدا ہی آسمانوں کا نور ہے اور وہی زمین کا نور ہے"۔ وہی ہے جس سے تمام نور نکلتے ہیں۔ سورج میں اسی کا نور ہے اور تمام زندوں میں اسی سے زندگی ہے۔ وہ حقیقی خدا ہے۔ خوش نصیب ہے وہ جو اسے قبول کرتا ہے۔

سچا مذہب کبھی سچی سائنس اور سچے آرٹ کے مخالف نہیں ہوتا۔ اگر کوئی مذہب سائنس اور آرٹ کی مانی ہوئی حقیقتوں اور اصولوں کے مطابق نہیں آتا۔ تو وہ سچا مذہب نہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ اگر کوئی خاص مذہب سائنس کی حرف گیری کے مقابلہ میں نہیں ٹھیر سکتا۔ تو ہم تمام مذاہب کے لئے یہ خیال کر لیں۔

زندہ مذہب کو زندہ خدا پیش کرنا چاہیئے۔ کوئی مذہب مذہب کہلانے کے لائق نہیں۔ اگر وہ خدا کے زندہ نشان نہیں دکھاتا۔ اگر وہ خدا کے سہارے پر نہیں۔ اور اگر وہ ہمیشہ آسمان سے تازہ امداد حاصل نہیں کرتا۔ اس زمانے کے نبی احمدؑ نے اس حقیقت کو ذیل کے دو شعروں میں خوب بیان کیا ہے:۔

وہ دیں ہی چیز کیا ہے کہ جو رہنما نہیں ✤ ایسا خدا ہے اس کا کہ گویا خدا نہیں

لوگو سنو کہ زندہ خدا وہ خدا نہیں ✤ جس میں ہمیشہ عادتِ قدرت نما نہیں

اُجرت اشتہارات

سالانہ	ایک صفحہ	۴۰ روپے	نصف صفحہ	۲۳ روپیہ
چھ ماہ	〃	۲۲ روپے	〃	۱۲ روپیہ
تین ماہ	〃	۱۲ روپیہ	〃	۷ روپیہ
فی اشاعت	〃	۴½ روپے	〃	۲½ روپیہ

معذرت: ماہ جنوری کے رسالہ میں مولوی حسین علی صاحب کی شریعت کے متعلق جو مضمون چھپا ہے اس میں کتابت کی بعض غلطیاں رہ گئی ہیں مولانا فضل الدین نے ایک تصحیح نامہ مجھے دیا ہے جو اس رسالہ میں انہیں نکل سکا۔ ایک غلطی صفحہ ۳۹ حاشیہ کی ہے یعنی الصدور کا حوالہ صفحہ ۳۱ نہیں بلکہ ۶۷ - ۳ سطر ۹

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اگر میری وفات پر اسکے علاوہ کوئی اور جائداد ثابت ہو
تو اس کے ۱/۱۰ حصہ پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی ۱۲/۲۴ گواہ شد محمد افضل شاہ بقلم خود العبد محمد بخش مذکور قادیان گواہ شد محمد
عبدالرحمن ٹھیکیدار ریحیثہ بقلم خود +

وصیتہ نمبر ۲۲۰۷ | میں محمد بخش ولد بھگو قوم نجار پیشہ ٹھیکیداری ساکن قلعہ لعل سنگھ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس
بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں (۱) میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائداد ہو اسکے
۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ
قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا
کردی جائیگی (۳) میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ ایک مکان قیمتی ما/ روپیہ اراضی زرعی جو کہ میرے پاس رہن ہے
قیمتی ۱۰۰۰ اراضی زرعی بیعہ شدہ قیمتی ... ۱۲ کنال ہے نقد مبلغ سمار۔ المرقوم ۱۱/۲۴-۱-۱۷ الراقم محمد بخش
موصی گواہ شد فتح محمد ولد بھگو برادر حقیقی۔ گواہ شد مرزا غلام اللہ پٹواری قلعہ لعل سنگھ عفی اللہ عنہ کاتب تحریر ہذا بقلم خود

وصیتہ نمبر ۲۲۲۲ | میں فضل دین ولد جیون قوم جٹ ستو ساکن گولیکی ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی
جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں (۱) میری موجودہ جائداد چاہ برجے والہ واقعہ موضع گولیکی ضلع گجرات
میں ۱۸ بیگہ زمین چاہی و بارانی ہے۔ اسکے ہم دو بھائی مالک ہیں۔ یعنی میں ۹ بیگہ کا مالک ہوں مگر ۲ بیگہ زمین میری جانب سے
۲۵۰ پر رہن ہے۔ اسکے علاوہ میری کوئی جائداد نہیں۔ اس زمین کی قیمت ... ہے اسمیں سے ۲۵۰ منہا کرکے باقی جو ہے
کی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اگر میری وفات پر کوئی اور جائداد میری
ملکیت میں ثابت ہو یا موجودہ جائداد کی قیمت بڑھ جاوے تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز اگر میں اپنی زندگی میں
کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا جائداد
کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاویگی ۱۲/۲۴-۹-۲ گواہ شد بقلم خود غلام محمد العبد فضل دین ولد جیون موصی گواہ شد کرم داد گولیکی

وصیتہ نمبر ۲۲۲۷ | میں سردار بیگم زوجہ ڈاکٹر نور احمد صاحب قوم جاٹ کاہلوں ساکن کھیوہ چک نمبر ۱۴۶ تحصیل و ضلع لائل پور
کی ہوں۔ جو کہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیتہ کرتی ہوں . . . .
. . . . میری اسوقت جائداد موجودہ مہر ۵۰۰ روپیہ زیورات قیمتی اسار
روپیہ ہے۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز آئندہ کیلئے بھی یہ وصیت کرتی ہوں کہ اگر میری
وفات پر کوئی مزید جائداد میری ملکیت میں ثابت ہو تو اسکے ۱/۱۰ حصہ پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی اور جو رقومات میں اپنی
زندگی میں داخل خزانہ کرجاؤں اور رسید حاصل کرلوں تو اس قسم کی رقومات حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاوینگی فقط والسلام
۱۲/۲۴-۳ الراقم سردار بیگم موصیہ گواہ شد ڈاکٹر نور احمد سب اسسٹنٹ سرجن گواہ شد فیض احمد بقلم خود برادر ڈاکٹر نور احمد صاحب مذکور

وصیتہ نمبر ۲۲۰۶ | میں غلام فاطمہ زوجہ محمد بخش نجار ساکن قلعہ لال سنگھ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ

اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں (۱) میرے مرنیکے وقت جسقدر میری جائداد ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاویگی (۳) میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ زیورات سنہری و نقرئی قیمتی ۱۶۵ روپے مہر مبلغ ۲۰۰ روپے ہے ۱۱/۲۴ ۱۷۔ العبد غلام فاطمہ موصیہ گواہ شد محمد بخش خاوند موصیہ بقلم خود۔ گواہ شد مرزا اسلام اللہ پٹواری قلعہ لعل سنگھ عفی اللہ عنہ ✦

وصیت نمبر ۲۱۸۶ ۱۱/۲۲ میں محمد طفیل ولد منشی محمد علیجان قوم ککے زئی ساکن بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد قریبًا بارہ ہزار روپیہ کی ہے جسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بذریعہ وصیت کے ذریعہ سے میں انجمن صدر احمدیہ قادیان کو قرار دیتا ہوں۔ اس جائداد کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ اراضی واقعہ بٹالہ و موضع خطیب قیمتی چار ہزار آٹھ سو روپیہ تین مکانات واقعہ شہر بٹالہ قیمتی سات ہزار دو صد روپیہ۔ کل میزان بارہ ہزار روپیہ۔ اس جائداد کے علاوہ اگر میں کوئی اور جائداد اپنی زندگی کے اندر بنالوں تو میرے مرنیکے وقت نئی جائداد شامل کرکے جس قدر جائداد ہوگی اس سب کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اپنے اس حصہ وصیت کو میں نے اپنی ماہوار آمدنی کے عشر کے بطور میں اپنی زندگی میں ۲۷ نومبر ۱۹۱۹ء سے ادا کرنا شروع کردیا ہوا ہے اور انشاء اللہ بعونہ و کرمہ تعالیٰ اسی طرح ادا کرتا رہونگا جب تک کہ سالم حصہ وصیت یعنی دسواں حصہ جائداد وصیت کردہ کا پورا نہ ہوجاوے یہ عشر اپنی آمدنی ماہوار کا یا اسکے علاوہ جو رقوم میں اپنی زندگی میں ادا کرجاؤں۔ ایسی تمام رقوم میرے حصہ وصیت کردہ سے منہا کی جاویں۔ اور باقی جس قدر صحیح طور پر مجھ سے واجب الادا ہو اسکی ادائیگی کے ذمہ وار میرے ورثاء اور میری جائداد ہوگی۔ لہذا یہ چند حروف لکھ دیئے ہیں کہ سند رہے۔ المرقوم ۹ ستمبر ۱۹۲۴ء خاکسار محمد طفیل احمدی عفا اللہ عنہ ٹیچر احمدیہ سکول قادیان۔ گواہ شد قاضی عطاء اللہ بقلم مدرس مدرسہ احمدیہ ۹/۲۴ ۹ گواہ شد عبد السلام بھٹی بقلم خود مدرسہ احمدیہ ۹/۲۴ ۹

وصیت نمبر ۲۱۸۵ میں آمنہ زوجہ شیخ عبد الغنی صاحب نائب تحصیلدار قوم شیخ ساکن ڈیرہ ڈالہ بانگر ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں (۱) اسوقت میری جائداد زیور اور مہر کو ملا کر ۵۰۰ روپیہ کی ہے اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاویگی۔ اور اگر کوئی اور زائد جائداد علاوہ اسکے حاصل ہوگی تو اسکی نسبت بھی یہی وصیت ہوگی فقط ۹ اگست ۱۹۲۴ء۔ آمنہ بی بی موصیہ بقلم خود۔ گواہ شد عبد الحق ولد عبد اللہ قوم شیخ۔ گواہ شد عبد الغنی نائب تحصیلدار علی پورہ ضلع مظفر گڑھ بقلم خود

متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں (۱) اسوقت میری جائداد

ضمیمہ وصیت نمبر ۱۱۸۲

میں عبدالرحمن ولد انگنہ قوم چیر احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور کا ہوں۔ جو کہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ کے اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیۃ کرتا ہوں۔ میں نے پہلے اس سے بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان اپنی آمدنی کے ⅓ حصہ کی وصیۃ کی ہوئی ہے میری یہ وصیۃ جو اس وصیۃ (۱۱۸۲) کا ضمیمہ ہے اسکے ہمراہ شامل کیجائے۔ اسوقت میں یہ وصیۃ کرتا ہوں کہ میری وفات تک میری پہلی وصیۃ پر عمل رہیگا اور میری وفات پر جو جائداد میری خواہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ میری ملکیت یا قبضہ میں ثابت ہو اس جائداد کے ⅓ حصہ پر صدر انجمن احمدیہ قادیان کو قبضہ کرنیکا اور وصول کرنیکا اور سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان میں خرچ کرنے کا پورا اختیار حاصل ہوگا۔ اسوقت میری جائداد موجودہ حسب ذیل ہے۔ نقد روپیہ ما عہ۵ اور اسی قدر رقم کا مال ابھی موجود ہے فقط ۱/۲۵ بقلم خود عبدالرحمن احمدی دوکاندار۔ گواہ شد محمد حسین درزی قادیان ۱/۲۵، گواہ شد نظام الدین دفتری بقلم خود ۱/۲۵

وصیت نمبر ۱۴۴۶

میں فضل دین ولد ولی محمد قوم کشمیری ساکن کنیام تحصیل و ضلع جہلم بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں (۱) میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائداد ہو اسکے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بعد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیۃ کردہ سے منہا کردی جاویگی (۳) میری موجودہ جائداد ایک مکان قیمتی سعہ اور نقد میرے پاس سعہ ہے کل مبلغ ستعہ کی جائداد ہے فقط ۱۲/۴۴ گواہ شد علی بخش سکنہ رہتاس العبد فضل دین قادیان گواہ شد وزیر محمد سکنہ رہتاس از قادیان +

وصیت نمبر ۲۲۲۴

میں امۃ الحمید بیگم زوجہ قاضی محمد رشید کلرک قلعہ میگزین راولپنڈی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد کے متعلق حسب ذیل وصیۃ کرتی ہوں (۱) میرے مرنیکے وقت جسقدر میری جائداد ہو اُسکے ⅛ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بعد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردیجاویگی (۳) میری غیر منقولہ جائداد کوئی نہیں۔ البتہ منقولہ جائداد ۵ہمار میرا مہر کا ہے اور ۵مار کا زیور ہے۔ گواہ شد خاوند موصیہ محمد رشید بقلم خود العبد امۃ الحمید بیگم موصیہ گواہ شد والد موصیہ محمد عبد اللہ احمدی بوتالوی ۱۲/۴۴

وصیت نمبر ۲۲۲

میں جیواں بی بی زوجہ چودہری غلام محمد آوان ساکن دار الفضل قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت اپنی جائداد متروکہ کے متعلق کرتی ہوں (۱) میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائداد ہو اُسکے چھٹے حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بعد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاویگی (۳) میری موجودہ جائداد اڑھائی سو روپیہ کی قیمت کا زیور ہے ۹/۴۴ ۱۴ گواہ شد غلام احمد پسر موصیہ الراقم جیواں بی بی موصیہ گواہ شد غلام محمد سکنہ ڈ ماسٹر مائی سکول قادیان خاوند موصیہ

میں گلاب بی بی زوجہ عبد الحق احمدی قوم ارائیں ساکن چک ۲۷۹ گوکھووال تحصیل و ضلع لائل پور کی ہوں۔ جو کہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اسوقت میری غیر منقولہ جائداد کوئی نہیں۔ منقولہ جائداد حسب ذیل ہے۔ مہر ۱۰۰ انام قیمتی ۱۰۰ ونگ قیمتی عــہ دس چوڑیاں نقری اور ایک جوڑی بند نقری اور ایک عدد ہار نقری ہے اس جائداد کے ۱/۳ حصہ کی وصیت کرکے حسب ذیل زیورات چوڑیاں ۴ عدد بند ۲ عدد ہار ایک عدد دفتر محاسب میں بھجوا دئے ہیں (دیکھو رسید ۲۱/۲۵ ۲۲/۴۲) چندہ شرط اول بھی داخل کر دیا ہے۔ میرے مرنیکے وقت جسقدر میری جائداد اسکے علاوہ ہو اسکے اسی قدر حصہ کی مالک ۱/۳ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں اُس نئی پیدا ہونیوالی جائداد سے اسکا حصہ ۱/۳ حصہ بصورت جائداد یا رقم داخل کردوں تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جاویگی ۲۲/۴/۱۷۔ الراقم گلاب بی بی موصیہ گواہ شد عبد الحق خاوند موصیہ گواہ شد سید محمد طفیل سکرٹری انجمن احمدیہ گوکھووال بقلم خود۔

میں چودھری عبد اللہ خان ولد چودھری فتح دین قوم آرائیں ساکن قادیان محلہ دار الفضل ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں (۱) میرے مرنیکے وقت جسقدر میری جائداد ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جاویگی (۳) میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے یعنی ایک مکان جو متصل کوٹھی حضرت میاں شریف احمد صاحب ہے اور محلہ دار الفضل میں واقعہ ہے۔ المرقوم ۲۲/۴/۱۳۔ الراقم عبد اللہ خان بقلم خود۔ گواہ شد حاکم دین دوکاندار قادیان۔ گواہ شد چودھری غلام محمد سکینڈ ماسٹر ہائی سکول قادیان ؛

میں خاکسار سلطان محمد ولد امام بخش قوم نجار شانہ گر ساکن امرتسر دروازہ لوہ گڑھ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں (۱) میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائداد ہو اسکے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجاویگی (۳) میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے جو میرے حصہ کی اسوقت قریباً الف ۵۰۰ روپیہ کی ہے ۲۴ نومبر ۱۹۲۲ء بقلم خود سلطان محمد وارد موصی۔ گواہ شد مستری عبد العزیز ولد عمل دین۔ گواہ شد قمر الدین سکرٹری انجمن احمدیہ سیکار بقلم خود

میں محمد بخش ولد جیندہ قوم کمہار ساکن فیروزوالہ تحصیل و ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت موجودہ جائداد از قسم مال مویشی و سامان خانہ داری وغیرہ قیمتی مبلغ ۲۷۵ ہے غیر منقولہ جائداد کوئی نہیں۔ یہی اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت